بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

Regd No. D 67

بحرام کر وقت نو نزدیک رسید
وپائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد

شرح چندہ
سالانہ ۱۰ روپے
ششماہی ۵ روپے
ممالک غیر ۲۰ روپے
فی پرچہ ۲۵ نئے پیسے

ہفت روزہ
بدر قادیان
جلد ۱۸ — شمارہ ۳۲

The Weekly Badr Qadian

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری
نائب ایڈیٹر: خورشید احمد انور

۲۹ جمادی الاول سنہ ۱۳۸۹ھ — ۱۴ ظہور سنہ ۱۳۴۸ ہش — ۱۴ اگست سنہ ۱۹۶۹ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۱۲ ظہور (اگست) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متعلق آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ مورخہ ۵ ظہور (اگست) کو ایک بجے بعد دوپہر حضور انور مری سے ربوہ بخیریت واپس تشریف لے آئے۔ حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

● — محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ (بیگم میاں عبد الرحیم احمد صاحب) کی طبیعت مختلف عوارض کے باعث ناساز ہے۔ ۵ ظہور کی رپورٹ ہے کہ محترمہ صاحبزادی صاحبہ کے عوارض میں بہت خفیف سا فرق ہے لیکن بخار تاحال چل رہا ہے — محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب کو کل بے چینی اور گھبراہٹ بہت رہی۔ احباب دونوں بہن بھائی کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا فرماتے رہیں۔ خدا تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔

قادیان ۱۲ ظہور۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ البتہ عزیز صاحبزادہ مرزا کلیم احمد سلمہ اللہ کو تین چار روز سے ٹائیفائڈ ہے اور کھانسی کی بھی شکایت ہے

جماعت احمدیہ کی طرف سے

مغربی ممالک میں اشاعت و تبلیغ اسلام کی کامیاب مساعی

از مکرم و محترم حافظ قدرت اللہ صاحب سابق مبلغ ہالینڈ

قسط نمبر ۴

ریفارمڈ چرچ اور جماعت احمدیہ ہالینڈ میں

ریفارمڈ چرچ کے حامی سب سے زیادہ تعداد میں ہیں اس لئے یہ امر قرین قیاس تھا کہ اس چرچ کی طرف سے ان تبلیغی مساعی کا ردِ عمل بھی خاص رنگ کا ہوگا۔ اور عین ممکن ہے اُن کی طرف سے ایک منظّم رنگ کی مخالفت بھی کی جاتی۔ چنانچہ اُن کا طرزِ عمل اور اظہار کچھ اِسی رنگ میں ہُوا۔ اور اسلام کے بڑھتے ہوتے نفوذ کا مقابلہ کرنے کے لئے ریفارمڈ چرچ کے نمائندہ اخبار S' Gravenhaagse Kerk bode" نے لکھا کہ:-

"ایک عرصہ سے ہمیں اسلام کے ایک فرقہ احمدیہ جماعت کی سرگرمیوں کی وجہ سے اسلام پر اظہارِ خیال کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"
(سنہ ۱۹۵۸ء)

یہ فقرہ گو بظاہر مختصر ہے اور عمومی رنگ کا ہے لیکن اگر اس کے پس منظر کو دیکھا جاتے تو یہی فقرہ ایک بڑی اہمیّت کا حامل بن جاتا ہے۔ یہ اظہارِ خیال دراصل ایک کانفرنس کی رپورٹ کے طور پر ہے جس میں ریفارمڈ چرچ کے مختلف نمائندگان شریک تھے۔ جو اپنے طریقِ کار اور مشکلات وغیرہ پر تبادلۂ خیالات کے لئے جمع ہوتے تھے۔ چنانچہ اس کانفرنس کے دُوسرے اجلاس میں تفصیل سے اِس سوال پر غور کیا گیا کہ

"اب عیسائیوں کو کیسے اسلام کا مقابلہ کرنا چاہیئے"؟ چنانچہ بڑے غور و خوض کے بعد اِس اہم مسئلہ کو حل کرنے کا کام اوّلین طور پر وہاں کے ایک مشہور و معروف پادری پروفیسر ڈاکٹر ایچ کریمر کے سپرد کیا گیا جو سنہ ۱۹۳۱ء میں ایک دفعہ قادیان بھی آتے تھے یہ مشہور پروفیسر وہاں کے ریفارمڈ چرچ میں ایک اتھارٹی خیال کئے جاتے ہیں۔

پروفیسر کریمر کے ذکر میں اس جگہ یہ اظہار بے جا نہ ہوگا کہ سنہ ۳۱ء میں جب وہ قادیان آتے تو انہوں نے واپس جا کر امریکہ کے ایک مشہور اور پرانے رسالہ "مسلم ورلڈ" میں اپنے تأثرات پر مشتمل ایک مضمون لکھا، جس میں انہوں نے بیان کیا کہ:-

"ہندوستانی مسلمانوں پر عام طور پر مایوسی کا عالم طاری ہے۔ برخلاف اِس کے جماعت احمدیہ میں نئی زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں اور اس لحاظ سے یہ جماعت قابلِ توجہ ہے۔ یہ لوگ اپنی تمام تر توجہ اور طاقت تبلیغِ اسلام پر صرف کر رہے ہیں اور سیاست میں حصہ نہیں لیتے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ انسان جس حکومت کے ماتحت ہو اُس کا وفادار رہے ..... مسلمانوں میں صرف یہی ایک جماعت ہے جس کا واحد مقصد تبلیغِ اسلام ہے ...... اِن لوگوں میں قربانی کی رُوح اور تبلیغِ اسلام کا جوش اور اِسلام کے لئے سچی محبت کو دیکھ کر بے اختیار صدا آفرین نکلتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب (بانیٔ سلسلہ) ایک زبردست شخصیت کے آدمی تھے ...... مَیں جب قادیان گیا تو مَیں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ اسلام کے لئے جوش اور اسلام کی آئندہ کامیابی کی اُمیدوں سے سرشار ہیں ..... اُن کو اِس بات پر ناز ہے کہ وہ دُنیا میں سچائی کا اعلان کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور اِسلام کی محبت میں ان کی حالت ایسی ہے۔ جیسی کہ انسانی قلب کے لئے انتہائی طور پر ممکن ہو سکتی ہے۔"
(دی مسلم ورلڈ سنہ ۱۹۳۱ء ماہ اپریل)

جماعت کی خدمات کا اعتراف

اس میں شک نہیں کہ ہماری جماعت ابھی چھوٹی ہے اور ہمارے ذرائع بھی محدود ہیں مگر اللہ تعالیٰ بڑا کارساز اور کرم فرما ہے۔ وہ ہماری حقیر سی کوششوں کو بھی اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ اور مخالف پر ایک رعب سا طاری کر دیتا ہے۔

ایمسٹرڈم کا ایک مشہور اور کثیر الاشاعت روزنامہ Het Parool اپنی ۳۰ مارچ سنہ ۶۲ء کی اشاعت میں عنوان باندھتا ہے — "عیسائیت کو چیلنج" — "مشرقی مذاہب کی پیش قدمی" — اس تین کالم کی موٹی سُرخی کے بعد ایک لمبے مضمون کے تسلسل میں یہ اخبار لکھتا ہے:-

"یورپ میں احمدیہ مشن پوری قوت کے ساتھ تبلیغ میں مصروف ہے۔ یہ تحریک گذشتہ صدی کے آخر میں اٹھی تھی۔ اب ہمارے ملک میں اور ہیگ شہر میں اس مشن کی ایک مسجد ہے۔ اس کے علاوہ بعض اور

(باقی دیکھیں صفحہ ۱۱ پر)

جلسہ سالانہ قادیان

بتاریخ ۱۸-۱۹-۲۰ فتح ۱۳۴۸ ہش مطابق ۱۸-۱۹-۲۰ دسمبر ۱۹۶۹ء منعقد ہوگا!

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری اور اجازت سے اٹھترویں جلسہ سالانہ قادیان کے انعقاد کی تاریخیں ۱۸-۱۹-۲۰ فتح ۱۳۴۸ ہش یعنے ۱۸-۱۹-۲۰ دسمبر ۱۹۶۹ء رکھی گئی ہیں — جملہ پریذیڈنٹس امراء۔ عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ اور مبلغین سے درخواست ہے کہ احباب کو جلسہ سالانہ قادیان کی تاریخوں سے مطلع کیا جاتے تاکہ احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں ۱۸-۱۹-۲۰ فتح (دسمبر) کی تاریخوں میں جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کر کے اِس عظیم الشان رُوحانی اجتماع کی برکات سے مستفید ہو سکیں۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے رما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر: صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۱۴ ظہور ۱۳۴۸ ہش

بھارت کا بائیسواں ۲۲ یومِ آزادی

غیر ملکی اقتدار سے آزاد ہوئے بھارت کو آج ۲۲ سال پورے ہوتے ہیں۔ ہر بھارت واسی کے لئے یہ دن خوشی اور انبساط کا پیغام لاتا ہے۔ غلامی غلامی ہے اور آزادی آزادی۔ ایک غلام باشندہ آزاد ملک کی فضاؤں میں سانس لینے والے آزاد شہری کی بلند پروازیوں کا کیسے اندازہ کر سکتا ہے؟ جس نے دونوں زمانے دیکھے وہ موازنہ کے ساتھ آزادی کے دنوں کو باوجود کئی قسم کی ناخوشگواریوں کے بہرحال ترجیح دے گا۔ اور یہ ناخوشگواریاں بھی تو پھول کے ساتھ کانٹے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسلئے دانا انسان ان کو زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ وہ اپنی نظر بہت اونچی رکھتے ہیں۔ عقاب کی طرح آزاد فضاؤں کے لطف لیتے ہیں اور گذر رہے وقت سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آزادی کے ان بائیس ۲۲ سالوں نے دنیا اور خود اپنے ملک میں ایک بڑا انقلاب دیکھا۔ ۴۷ء سے پہلے کے حالات کا اگر اس وقت کے حالات سے مقابلہ کیا جائے تو بلاشبہ اس وقت نیا آسمان نظر آئے گا اور نئی زمین۔

اس سرزمینِ وطن میں ہم نے آج سے ۲۲ سال پہلے انگریزوں کو حکومت کرتے اور اقتدارِ اعلیٰ کی کرسی پر براجمان دیکھا۔ اور اب اسی حکومت کو چلانے والے ہم خود ہیں کیونکہ ملک کا نظام جمہوری ہے۔ جس میں ہر بالغ کو آزادی کے ساتھ رائے دینے اور حکومت میں دخیل ہونے کا حق حاصل ہے۔

● ــــ ہم نے اپنا دستور خود تیار کیا جو ہماری مکمل ضروریات کے لئے مفید سمجھا گیا اور اسی کے مطابق سب ملک واسیوں کے مال اور جان کا تحفظ حاصل ہوا۔ اور اس کے مطابق ملک کا نظام جمہوری قرار پا کر سب قسم کے خیال رکھنے والے بھارت واسیوں کے لئے ترقی کے برابر کے مواقع بہم پہنچائے گئے۔

● ــــ ملک میں آزادی سے پہلے ذات پات اور چھوت چھات کا جو بازار گرم تھا ۲۲ سال بیت جانے پر اس میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا جب ریلوے سٹیشنوں پر پینے کے پانی کی بھی الگ الگ تقسیم تھی۔ ایک مٹکے پر مسلمان پانی لکھا ہے تو دوسرے پر ہندو پانی ـــ یہ کیسی تفریق تھی کہ انسان کو انسان سے الگ کر دیا گیا تھا۔ اب ایسی تفریق کہیں نظر نہیں آتی۔ اور جہاں کہیں اس کے اثرات باقی ہیں ملک واسیوں کے اندر انگڑائیاں لے رہی آزاد خیالی اور وسیع النظری اس کا استیصال کرتی جا رہی ہے۔ خدا کرے وہ دن جلد آئے جب اس جہت سے ہم کلی طور پر فتح حاصل کر چکے ہوں۔

● ــــ ملک میں صنعتی انقلاب آچکا ہے۔ جگہ جگہ کئی قسم کے کارخانے بن چکے ہیں اور مزید بن رہے ہیں۔ غیر ملکی مصنوعات کی درآمد پر ملکی زرمبادلہ برباد نہیں کیا جا رہا۔ بلکہ اپنے ہی ملکی صنعت کار ہماری ضروریات کو پورا کر دینے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ ملبوسات سے لے کر گھریلو استعمال کی تمام اشیاء اب کسی دوسرے ملک سے منگوانے کی مطلق ضرورت نہیں رہی۔

● ــــ ملکی معیشت کا زیادہ تر انحصار غلہ کی پیداوار پر ہے۔ ایک طرف ہمارے ملک کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے جس پر حکومت کی طرف سے جاری کردہ خاندانی منصوبہ بندی پر عملدرآمد کرنے کی تحریک و تحریض جاری ہے۔ جسے ایک منفی حل کہا جانا چاہیئے تو دوسری طرف مثبت پہلو پر ملک میں زرعی انقلاب آ رہا ہے۔ ملک کا کسان اب بیدار ہو رہا ہے۔ زمین کی خاطر خواہ کاشت اور جدید زرعی آلات کے استعمال سے غلہ کی پیداوار کی شرح کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ چونکہ ہم زرخیز خطہ پنجاب میں رہتے ہیں۔ ہم اپنے ذاتی مشاہدہ سے اس بات پر گواہی دیتے ہیں کہ اس محاذ پر ملک بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب ملک واسیوں کی ضرورت کا سارا غلہ ہمارے ہی کسان اپنی محنتِ شاقہ اور ہمتِ مردانہ کے ساتھ پیدا کر لیا کریں گے اور دوسرے ممالک سے ایک حبّہ تک منگوانے کی حاجت نہ رہے گی۔

● ــــ ان بائیس ۲۲ برسوں میں ایک طرف چین کے ساتھ اور دوسری طرف پاکستان کے ساتھ مقابلہ کرتے ہی ہماری فوج نے ایسے کارہائے نمایاں دکھائے جو اُن کی جرأت اور دلیری اور سوجھ بوجھ کے ساتھ حب الوطنی کا ایک واضح ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے تصادموں سے جو عملی رنگ میں ہم نے تجربات حاصل کئے انہیں کا نتیجہ ہے کہ دفاع کے سلسلہ میں ہمارا ملک پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط اور مستحکم پوزیشن میں ہے اور بارہا ہمارے نیتا ہر اس دشمن کو للکار چکے ہیں جو میلی نظر سے ہمارے ملک کی طرف دیکھنے کا خیال بھی کرے۔ ان کی یہ للکار درست بھی ہے اور معقول بھی۔ کیونکہ جب ہم آزادی سے محبت رکھتے ہیں اور آزاد رہنا چاہتے ہیں تو اس کی قدر و قیمت کو بھی خوب پہچانتے ہیں اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کر سکتے ـــــ !!

● ــــ ملک میں صنعتی انقلاب۔ زرعی ترقی کے ساتھ ذرائع حمل و نقل مواصلات میں بھی ایسی پیش رفت ہوئی ہے کہ آج ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بڑی سہولت اور آسانی کے ساتھ بذریعہ ٹرین اور بذریعہ ہوائی جہاز سفر کیا جا سکتا ہے۔ اور ہر علاقہ میں آرام دہ بس سروس کا جو انتظام ہے وہ اس سے مستزاد ہے۔ باربرداری میں اس قدر سہولتیں حاصل ہو چکی ہیں کہ ملک کے ایک حصہ میں پیدا ہونے والی چیز بڑی آسانی کے ساتھ دوسرے حصہ میں پہنچائی جا سکتی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ملک کے جس حصہ میں کسی وقت خشک سالی کے آثار دکھائی دیتے ہیں تو اس کو قحط سالی کا احساس تک ہونے نہیں دیا جاتا۔ ملک کی ریلیں بڑی سرعت کے ساتھ غلہ لے کر اس علاقہ میں پہنچ جاتی ہیں اور حاجت مندوں کی حاجت پوری کر دی جاتی ہے۔

ــــــــــ ⁘ ــــــــــ ⁘ ــــــــــ

ان سب قسم کی خوش آئند باتوں کے ساتھ ان ۲۲ سالوں میں کچھ تلخ تجربات بھی ہوئے ہیں۔ اور چونکہ دنیا ایک عظیم درس گاہ ہے۔ انسان ہر قدم پر کچھ سیکھتا ہے۔ گذشتہ برسوں میں ہمیں بہت سی ناخوشگواریوں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اگر ہم ان کی تحقیق و تدقیق کریں اور ان سے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے اپنے فکر و شعور کو جلا دیں تو یہ ہمارے ذہنی بلوغ کا ثبوت ہوگا۔ اور اس بات کی دلیل ہوگی کہ آزادی کی ۲۲ سالہ عمر کو پہنچ کر ہم فکر و نظر کے لحاظ سے پہلے سے زیادہ بالغ نظر ہو چکے ہیں۔ اور اپنے سود کو زیاں سے امتیاز کر لینے کی صلاحیت تیز رکھتے ہیں۔ چنانچہ:۔

● ــــ ہماری آنکھوں نے ملک میں ہڑتالوں۔ تالہ بندیوں۔ ہلڑبازی اور تشدد کے مظاہرے بھی دیکھے۔ یقین جانیئے! ایسے واقعات سے ہمارے ملک کو کچھ حاصل ہونے کی بجائے نقصان ہی پہنچا ہے۔ ہمارے صنعتی اداروں کی پیداوار متأثر ہوئی۔ بعض مواقع پر قیمتی جانوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ یہ بات آزاد شہریوں کی شان کے شایان نہیں کہ اپنے ہی ہاتھوں اپنے وطنِ عزیز کو نقصان پہنچائیں۔ اسلئے ہمیں ہر جوش کے موقع پر ہوش سے کام لینا بھی سیکھنا چاہیئے۔ اور فائدہ کو نقصان سے ممتاز کر کے اچھی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔ تب ہی ہم سب آزادی کے اس دن کو زیادہ سے زیادہ فائدہ بخش قرار دے سکتے ہیں۔ نہیں تو یہ آزادی نہ ہوتی بلکہ ہمارے مزاج کو بگاڑ کر ہمارے لئے ذہنی غلامی کی زنجیروں کو تنگ کر دینے کا باعث بنی۔ خدا کرے ایسا نہ ہونے پائے۔

● ــــ ہماری نئی پود کچھ صحیح لائنوں سے بھٹک رہی ہے۔ اس کے اندر محنت اور مشقت کی عادت پیدا نہیں ہو رہی۔ وہ واضح طور پر ڈسپلن شکنی اور اپنی تعلیم سے بے رُخی کی مرتکب ہو رہی ہے کیا یہ چیز ہمارے مستقبل کو تاریک بنا دینے کی علامت نہیں ہے؟ آج کا بچہ کل کا جوان ہے۔ اُسے آج ہی ایسی راہ پر گامزن ہونے کی ضرورت ہے کہ وقت آنے پر وہ آج کے بوڑھوں کی جگہ لے سکے۔ اور اس آزادی کو جو بڑی قربانیوں اور بڑی جدوجہد کے نتیجہ میں حاصل کی گئی تھی نہ صرف برقرار رکھیں بلکہ اس کے اچھے اثرات سے خود بھی اور اپنی آئندہ نسلوں کو بھی بہرہ ور کرتے رہیں۔

● ــــ نوجوان طبقہ میں ذمہ داری کا احساس بہت کم ہو رہا ہے۔ لاابالیانہ پن طبائع پر بڑی تیزی سے چھا رہا ہے۔ سنجیدگی اور سوجھ بوجھ جو انسان کو عزت و احترام کے تخت پر بٹھاتی ہیں اس کا اعشاریہ دن بدن کم ہو رہا ہے۔ یہ بڑی فکر کی بات ہے۔ ہمارے نزدیک اس بات پر قابو پانے کے لئے دو طبقات کو اپنے قریبی تعاون کے ساتھ دور کرنے کی ضرورت ہے۔

ایک طبقہ جس کی اصل اور بڑی ذمہ داری ہے وہ ہیں بچوں کے والدین۔ اگر والدین یہ چاہتے ہیں کہ اُن کے اس جہاں سے گذر جانے کے بعد اُن کے بچے وطنِ عزیز میں نام پائیں۔ وطن کا نام روشن کریں اور خود بھی احترام کے ساتھ دیکھے جائیں تو اُن کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کا کام بس بچے پیدا کر دینا ہے۔ اُن کو ادب سکھانا، تعلیم دینا دوسروں کا کام ہے۔ ہم نے اپنے ماں باپ سے یہ سب اصولی باتیں سیکھیں، ذمہ داری کا احساس پیدا کیا تب وہ کچھ کر سکے جو اس وقت ہماری نئی نسل کے سامنے ہے۔ اور اب جبکہ ہم خود ماں باپ ہیں تو ہمیں بھی وہ فرض ادا کرنا ہے جو اس منصب پر فائز ہونے کے ناطے ہم پر عائد ہوتا ہے۔

دوسرا طبقہ اساتذہ کرام کا ہے۔ اس وقت ملک میں سکولوں اور کالجوں کا جال بچھ رہا ہے تعلیم عام ہو رہی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ علمی لیاقت بہت زیادہ متأثر ہو رہی ہے۔

(باقی دیکھیں صفحہ ۱۱ پر)

خطبہ جمعہ

دنیا میں بہترین نفع رساں اقتصادی نظام صرف وہی ہے جسے قرآنِ کریم نے پیش کیا

اس اعلیٰ و ارفع نظام میں سب انسانوں کے حقوق کی حفاظت کی گئی ہے اور کسی کی بھی حق تلفی نہیں کی گئی

اس کے بالمقابل دنیا کے دوسرے سب نظام ناقص ہیں اور کسی نہ کسی رنگ میں ظالمانہ اور غیر منصفانہ ہیں

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۳۰ ہجرت ۱۳۴۸ ہش مطابق ۳۰ مئی ۱۹۶۹ء بمقام مسجد مبارک ربوہ

سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:-

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (البینہ آیت ۶)

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (الزخرف آیت ۳۳)

اس کے بعد فرمایا:-

کل مجھے نفخ معدہ کی سوزش کی وجہ سے بہت تکلیف رہی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج کافی افاقہ ہے۔ مگر طبیعت کی علالت اور گرمی کی شدت مختصر خطبہ چاہتی ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ اختصار کے ساتھ اپنے چند پچھلے خطبات کے سلسلہ مضمون کو بیان کروں جو بیچ میں رہ گیا تھا۔ ان خطبات میں میں نے بتایا تھا کہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو

اپنی خالص اور حقیقی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور سچی پرستش گیارہ تقاضے انسان سے کرتی ہے۔ جو آیت میں نے اپنے اس مضمون کی بنیاد بنائی تھی اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہوں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے یہ تقاضے پورے ہونے چاہئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ

انسان کی ہر حرکت و سکون

اور انسان کے ہر عمل اور انسان کے ہر شعبۂ زندگی کے ساتھ ان تقاضوں کا تعلق ہے

حقوق اللہ اور حقوق العباد

جیسا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ادا نہیں ہو سکتے جب تک کہ ان کی ادائیگی میں ان گیارہ تقاضوں کا خیال نہ رکھا جائے اور جب تک ان میں یہ گیارہ خصوصیات نہ پائی جائیں۔

آج میں ایک شعبۂ زندگی کو لے کر کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ انسان انسان کے

اقتصادی تعلقات

ہیں۔ سورۂ زخرف کی جو آیت میں نے آج تلاوت کی ہے اس میں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے بڑی وضاحت سے اس پر روشنی ڈالی ہے یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ صحیح اور نفع رساں اقتصادی نظام صرف وہ نظام ہے جسے قرآنِ کریم نے پیش کیا ہے۔ اس آیت شریفہ سے پہلے منکرین اسلام یا یوں کہنا چاہیئے کہ کفار مکہ یا اس وقت جو قوم کے سردار تھے ان کا یہ اعتراض بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو مکہ اور طائف کے بڑے بڑے رؤسا میں سے کسی رئیس پر کیوں نہ اتارا۔ تاکہ وہ اپنی دنیوی وجاہت اور دولت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے پیغام کو زیادہ اچھی طرح سنا سکتا۔ اور ہم لوگ (یعنی کفار مکہ اور اعتراض کرنے والے) اس کی بات کی طرف زیادہ کان دھرتے۔ بجائے اس کے کہ ایک یتیم اور بے کس اور بے ہنر آدمی کو منتخب کیا اور اس پر قرآنِ کریم کو نازل کر دیا۔ وہ قرآنِ کریم جس کے متعلق دعویٰ یہ ہے کہ وہ ایک عظیم کتاب ہے عظیم کتاب کو عظیم انسان پر اترنا چاہیئے تھا۔ یہ جاہلانہ اعتراض پیش ہوا تو اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے

ایک اصولی صداقت

کو بیان کیا جس میں اس اعتراض کا جواب بھی آجاتا ہے اور ایک بنیادی اور اصولی صداقت پر بحث بھی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآنِ کریم کا نزول اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور افضل الرسل بنا کر دنیا کی طرف مبعوث کرنا جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ کرنا کہ وہ

اپنی صفات کی بہترین تجلیات

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ظاہر کرے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نتیجہ میں ہے۔ یہ کسی انسان اور خصوصاً اس زمانہ کے انسان کا حق نہیں تھا جو گمراہی اور ضلالت اور فساد میں اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ کی رحمت بندہ کے ظلم اور فساد کو دیکھ کر جوش میں آئی۔ اور اس نے یہ جلوہ دکھایا جو حسین تر اور اعلیٰ تر اور ارفع تر تھا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کام کے لئے منتخب کیا اور اپنے حسن کا پورا جلوہ آپؐ پر چڑھا دیا اور اپنے احسان کی پوری قوت اپنی ظلیت میں آپ کے اندر ودیعت کر دی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تمام بنی نوع انسان کی طرف

ایک کامل انسان اور ایک محسنِ اعظم

کی حیثیت میں مبعوث کیا۔ رحمت کا یہ جلوہ اتنا عظیم تھا کہ ایسا جلوہ انسان نے نہ کبھی دیکھا اور نہ دیکھے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنی رحمت کا ایک عظیم جلوہ تم پر ظاہر کیا۔ اور تم یہ اعتراض کرتے ہو کہ رحمت کا یہ جلوہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو تمہاری نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا کیوں ظاہر ہوا ہے۔ کسی بڑے رئیس کے ذریعہ سے کیوں ظاہر نہیں ہوا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ اصولی صداقت بیان کی کہ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ۔ کیا

قسامِ ازل کی رحمتوں

کی تقسیم وہ کر سکتے ہیں؟ وہ ایسا نہیں کر سکتے

منظوم کلام — حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اوصافِ قرآنِ مجید

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اَجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک انسان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو آگے تقسیم کرے۔ یہ انسان کے اختیار میں نہیں۔ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ روحانی دنیا کے ساتھ تعلق رکھنے والی رحمتیں جو ہیں وہ تو ایک طرف رہیں وہ رحمتیں جن کا تعلق اس دنیوی زندگی کی معیشت کے سامانوں کے ساتھ ہے ان کی تقسیم بھی وہ نہیں کر سکتے وہ تقسیم بھی

اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار

میں ہے۔ اور جس رنگ میں اس نے ان کو تقسیم کیا ہے ایک معمولی عقل والے انسان کو بھی نظر آتا ہے کہ وہ مجموعی طور پر انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ اور وہ تقسیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دنیوی معیشت اور زندگی کے سامانوں کی تقسیم ہم نے اس رنگ میں کی ہے کہ ہم نے ہر انسان کی قوت اور استعداد مختلف بنا دی ہے۔ ہر طبیعت کا میلان ہم نے مختلف بنا دیا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو بوجھ اٹھانے کی طاقت عطا کی ہے۔ قادیان میں ایک سکھ مزدور تھا وہ بہت زیادہ بوجھ اٹھانے کی اہلیت رکھتا تھا۔ وہ اتنی طاقت رکھتا تھا کہ پانچ چھ من بوجھ اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا تھا۔ اور دوسروں سے دگنی تگنی مزدوری لیتا تھا۔ اب ایسے ملازم مل یا کسی زمیندار نے نہیں دی تھی اسے یہ طاقت اللہ تعالیٰ ہی نے دی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے قوت اور استعداد اپنی مرضی سے جتنی چاہی ہے کسی کو دی ہے۔ اور یہ چیز ایسی ہے جو انسان کے اختیار سے باہر ہے یعنی

قوت اور استعداد کی تقسیم

کفار مکہ کے ہاتھ میں نہیں اور نہ کسی اور انسان کے ہاتھ میں ہے

دوسری بات یہ ہے کہ ان قوتوں کے نتیجہ میں اقتصادی تفاوت پیدا ہو گیا۔ ایک کو اللہ تعالیٰ نے بڑی زبردست انتظامی قوت دی۔ تجارتی سوجھ بوجھ عطا کی۔ اس نے کروڑوں روپیہ کی ایک انڈسٹری کو منظم کر لیا اور اس طرح کروڑ پتی بن گیا۔ اس کے مقابلہ میں ایک مزدور ہے جو چھ من یا سات من بوجھ اٹھاتا ہے وہ گو دوسروں سے زیادہ اجرت لے رہا ہوتا ہے لیکن بہرحال پہلے شخص کی طرح اس کے پاس زیادہ دولت نہیں ہوتی۔ جب وہ بیمار ہو جاتا ہے تو اس کے پاس علاج معالجہ کے لئے کوئی پیسہ نہیں ہوتا۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری تقسیم کی۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے حقوق کو قائم کیا ہے

جب ایک بندہ جس کے پاس زیادہ دولت نہیں بیمار ہو جاتا ہے تو ہم خود اس کے ذمہ وار بن جاتے ہیں۔ ہم اس کے علاج اور دواؤں کا انتظام کرتے ہیں۔ ہم نے اقتصادی نظام ہی ایسا بنا دیا ہے کہ دنیا میں اس قسم کا انتظام ہوتا رہے۔

پھر چونکہ اقتصادی نظام کے نتیجہ میں دنیوی سامانوں یا پیداوار کی تقسیم مشتبہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ قوت اور استعداد دونوں کو شامل کر کے انسان کو کہا کہ ان چیزوں پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالو پھر تم اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ تمہارے اختیار میں یہ بات نہیں کہ تم کسی کو جتنی چاہو طاقت قوت اور استعداد دے دو۔ اور اس کے نتیجہ میں معاشی زندگی میں اور اقتصادی لحاظ سے تفاوت پیدا ہو جائے۔ جس کے دور کرنے کے پھر تم سامان کرو۔ غرض

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

دیکھو ہم نے بعض کو بعض قوتیں دی ہیں اور بعض دوسرے انسانوں کو کچھ اور قوتیں دی ہیں۔ کسی کی طبیعت میں کوئی ہنر رکھ دیا ہے اور کسی کی فطرت میں ایک دوسرا میلان پیدا کر دیا ہے اور جب اس بات کا نتیجہ نکلتا ہے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ کوئی تو دولتمند ہو گیا اور کوئی درویش فقیر اور نادار بن گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ سارا نظام اس لئے نہیں ہے کہ تم میں سے بعض بعض کو حقارت کی نگاہ سے دیکھیں لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا بلکہ اس چیز سے ہم منع کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ (الحجرات آیت ۱۲) یہ تفاوت ہم نے اس لئے رکھا ہے کہ بعض بعض کے لئے کاربراز اور خادم بن جائیں۔ کسی کو ایک خاص قسم کی قوت اور استعداد دینا اور دوسرے کو وہ قوت اور استعداد نہ دینا بلکہ اس کی بجائے کوئی اور قوت اور استعداد دینا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اللہ تعالیٰ بعض کو معزز اور بعض کو حقیر بنانا چاہتا ہے۔ بلکہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس نے انسان کو باہمی معاشرہ میں

تمدنی زندگی گزارنے والی مخلوق

بنایا۔ اس کی راہ میں آسانی پیدا کرنے کے لئے اور ہر ایک کو دوسرے کا خادم بنانے کے لئے اس نے یہ انتظام کیا کہ اس نے مختلف قوتوں اور مختلف استعدادوں کے ساتھ اس کو پیدا کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف ایک پر ہی سارا بوجھ نہیں پڑتا۔ آپ کو بھی عادت پڑ گئی ہے اور مجھے بھی یہ عادت

ہو گئی ہے کہ ہم سوچتے ہی نہیں کہ فرد واحد کو تو چھوڑو۔ اگر ایک خاندان کو بھی اپنے سارے کام خود کرنے پڑتے تو دنیا عذاب بن جاتی۔ اس خاندان کے افراد مثلاً خود روئی اگاتے۔ خود چنائی کرتے۔ خود ہی کاتتے۔ اور خود ہی اس کا کپڑا بناتے۔ تا وہ اپنا ننگ ڈھانک سکیں۔ پھر دوسری مختلف اجناس ہیں وہ اجناس بھی خود اگاتے مثلاً وہ خود گندم اگاتے پھر اس کے لئے محنت کرتے۔ پھر خود ہی اس کو کاٹتے خود ہی گہائی کرتے۔ خود ہی اڑاتے۔ اور پھر خود ہی گھر میں دانے لاتے۔ انہیں صاف کرتے۔ پھر ان کو خود ہی چکی سے پیستے۔ پھر آٹے کو گوندھتے اور اس سے روٹی بناتے۔ اسی طرح کی ہماری

سینکڑوں ضرورتیں

ہیں۔ کچھ تو ان میں سے جائز ضرورتیں ہیں اور کچھ ہمیں عادتیں پڑی ہوئی ہیں وہ عادتیں ہمارے لئے ضرورت کی شکل اختیار کر جاتی ہیں۔ سینکڑوں کام ہیں جو دوسرے لوگ ہمارے لئے کر رہے ہیں کپڑے کی ضروریات ہیں مثلاً پگڑی کے لئے ململ چاہیئے۔ کھدر کی پگڑی پہنیں تو میرے جیسے آدمی کو سارا دن سر درد ہی ہوتی رہے۔ بہت کم لوگ اس کے وزن کو برداشت کر سکیں۔ پھر عورت کا اپنا مزاج ہے۔ اور مرد کا اپنا مزاج ہے۔ پھر رنگ ہیں گھر کی ایک لڑکی ایک رنگ کو پسند کرتی ہے۔ دوسری لڑکی دوسرے رنگ کو پسند کرتی ہے۔ غرض ہزار قسم کے کام ہیں۔ اگر کسی خاندان کے افراد کو یہ سب کام خود ہی کرنے پڑتے تو یہ دنیا انسان کے لئے جہنم بن جاتی۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں تمہارے آرام کے لئے مختلف قوتیں اور مختلف استعدادیں دی ہیں۔ تا تم ایک دوسرے کے خادم بنو۔ ایک دوسرے کے کاربراز بنو اور یہ نہ ہو کہ ایک کے اوپر ہی سارا بوجھ آن پڑے۔ اور اس طرح پر ہی اہم کی مہمات اور اس کے

روحانی اور جسمانی

کاموں میں آسانی پیدا ہو جائے۔ مثلاً روحانی کام یہ ہے کہ انسان رات کو اٹھ کر عبادت کرتا ہے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اندھیرے میں نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ اب چاہے دیا جلا ہو یا بجلی کی روشنی اس میں بہرحال دوسروں کی مدد کی ضرورت پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان باتوں کی حکمت اور فلسفہ کو سمجھتے نہیں اور جس غرض کے لئے یہ تمام کارخانہ

مختلف قوتوں اور استعدادوں کا بنایا گیا ہے اس کے نتیجہ میں تم اپنے آپ کو خادم سمجھنے کی بجائے آقا سمجھنے لگ جاتے ہو اور ایک دوسرے کو حقارت اور استہزاء سے دیکھنے لگ جاتے ہو۔ لیکن ہم تم کو یہ بتاتے ہیں کہ

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ

اس میں بڑے لطیف پیرایہ میں

اسلام کے اقتصادی نظام کی فوقیت

دوسرے تمام اقتصادی نظاموں پر بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو ظالمانہ اور مفسدانہ اور غاصبانہ نظام معیشت اور اقتصادیات تم اپنے سرمایہ یا جتھا نہ قوت سے دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہو اس کی نسبت وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ تمہارے رب کی رحمت بہتر ہے۔ اس آیت سے پہلے قرآن کریم کا ذکر آیا ہے جس کی وجہ سے اعتراض ہوا تھا اسی کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے اور وَرَحْمَتُ رَبِّكَ سے مراد یہ ہے کہ

قرآن کریم، اس کی تعلیم اور ہدایت

زیادہ نفع رساں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ میں اس وقت اپنے الفاظ میں وہ تفسیر بیان کروں گا اور ایک دو حصے کر کے بیان کروں گا۔ تاکہ جو مختلف پہلو ہیں وہ نمایاں ہو جائیں تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہے الفاظ میرے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ

۱۔ انسان کی فطرت اور طبیعت میں یہ ہے کہ وہ مل جل کے زندگی گزارے اور ایک دوسرے کی مدد اور معاونت کے بغیر اس کا کوئی کام انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ میں نے ابھی مختصراً اشارہ کیا ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کے تعاون کی ضرورت ہے۔

۲۔ اگر ہمیں ایک دوسرے کی مدد، معاونت اور تعاون کی ضرورت ہے تو اس کے نتیجہ میں یقیناً ہمیں ایک دوسرے سے معاملہ پڑے گا۔

۳۔ جب ہم ایک دوسرے سے معاملہ کریں گے تو پھر معاوضہ کا سوال پیدا ہو جائیگا اگر کسی کا وقت لیا ہے تو یہ سوال پیدا ہو گا کہ اس کو اجرت کتنی دینی ہے اور اگر اس کی مثلاً کپڑا بننے کی استعداد نے ہماری مدد کی ہے تو یہ سوال پیدا ہو گا کہ اس کی قیمت کیا دینی ہے۔ غرض معاونت کے نتیجہ میں معاوضہ کی ادائیگی کا سوال پیدا ہو جاتا ہے

۴۔ اب یہ ایک اقتصادی سوال ہے مگر دنیا دار دنیا میں غرق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ

سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر اس معاملہ کی ادائیگی کو انسان پر ہی چھوڑا جائے تو حقوق تلف ہو جائیں گے۔ اور یہ خطرہ معمولی نہیں۔ بڑا بھاری خطرہ ہے۔ چونکہ انسان اکثر غفلت کے پردوں میں اپنی زندگی کے دن گزارتا ہے اور

خدا تعالیٰ کے قرب کی راہوں

کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرتا اس لئے انسان کی عقل اور اس کی قوت منتظمہ پر اس معاملہ کو چھوڑنے کے نتیجہ میں ایک بھاری خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ کہ بہت سوں کے حقوق تلف ہو جائیں گے۔ ان حقوق کو تلف ہونے سے بچانے کے لئے ایک ایسے منصفانہ قانون کی ضرورت ہے جو حق و صداقت پر قائم ہونے کی وجہ سے انسان کو ظلم اور تعدی اور بغض اور فساد اور غفلت من اللہ سے روکتا رہے تا انسانی معاشرہ اور نظام اقتصادیات میں ابتری اور فساد واقع نہ ہو۔ پس چونکہ حقوق کے تلف ہونے کا خطرہ تھا اس لئے اس خطرہ کو دور کرنے کے لئے ہماری عقل بھی یہ کہتی ہے کہ ایک ایسا قانون ہونا چاہیئے جو

انصاف اور حق و صداقت

پر قائم ہو اور انسان کو ظلم کی راہیں اختیار کرنے اور تعدی کی راہیں اختیار کرنے۔ بغض و فساد کی راہیں اختیار کرنے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والی راہیں اختیار کرنے سے روکے۔ اس کے بغیر صحیح اور ہر ایک کی تسلی کرنے والا نظام زندگی یا نظام اقتصادیات قائم نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ معاشی نظام زندگی اور معاد اور فلاح اخروی کا تمام مدار انصاف اور خدا شناسی پر ہے۔ دونوں چیزوں کو اسلام نے ہمیشہ اکٹھا رکھا ہے یعنی

حقوق العباد اور حقوق اللہ

دونوں اکٹھے ہی رکھے گئے ہیں کیونکہ اصل غرض حقوق اللہ کی ادائیگی ہے۔ اللہ کو راضی کرنا ہے۔ اور اس کی ایک راہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جو حقوق قائم کئے ہیں ان کو ادا کیا جائے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کیا جائے۔ غرض اس دنیوی زندگی۔ دنیوی جنات کے نظام۔ اور اخروی مسرتوں کے حصول اور اخروی فلاح ہر دو کا مدار انصاف پر ہے اور خدا شناسی پر ہے جب تک معرفت نہ ہو اور جب تک اس معرفت کے نتیجہ میں انصاف کو صحیح اصول پر قائم نہ کیا جائے اس وقت تک نہ اخروی زندگی کی خوشیاں حاصل ہو سکتی ہیں اور نہ یہ دنیا جنت بن سکتی ہے۔ یہاں بھی عذاب اور دکھ اور رنج اور تکلیف ہو گی اور وہاں بھی اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے۔

۶۔ اس لئے انصاف اور خدا ترسی کو مضبوطی سے قائم کرنے کے لئے ایسا قانون چاہیئے جو عدل اور انصاف کی باریک راہیں بتلاتا ہو اور عرفان و معرفت الٰہی کے حقائق پوری صحت اور وضاحت سے بیان کرتا ہو۔

۷۔ اس قانون کا بنانے والا وہ ہونا چاہیئے جو سہو و خطا اور ظلم و تعدی سے بالکل پاک ہو اور جو اپنی ذات میں

صاحب عظمت اور صاحب عزت و احترام

ہو تا کہ اس کی عظمت اور عزت کی وجہ سے ایک عقل مند انسان بڑی بشاشت سے اس قانون کو قبول کرے۔ غرض یہ قانون ایسا ہونا چاہیئے جو عدل کے تمام تقاضے جو انصاف کے تمام تقاضے جو حقوق اللہ کی ادائیگی کے تمام تقاضے اور جو حقوق العباد کی ادائیگی کے تمام تقاضے پورے کرنے والا ہو۔ اور پھر بنا بھی اس ہستی کی طرف سے ہو جو انسان کی نگاہ میں سہو و خطا اور ظلم و تعدی سے پاک ہو اور اس کی اپنی عزت اور عظمت اور جلال اتنا ہو کہ اس کے نتیجہ میں انسان اس کے بنائے ہوئے قانون کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو۔

۸۔ آٹھویں چیز اس آیت میں جو بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ایسی ہستی اللہ تعالیٰ ہی کی ہستی ہے جو تمام عظمتوں کا مالک اور

تمام عزتوں کا سر چشمہ

ہے جو تمام صفات حسنہ سے متصف اور تمام کمزوریوں اور نقائص سے پاک اور منزہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور شریعت ہی انسان کو ایک کامل اور منصفانہ نظام معیشت اور نظام اقتصادیت عطا کر سکتی ہے رَحْمَةُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔ اور دنیوی مال و متاع جمع کرنے کے لئے جو نظام دنیوی لوگ بناتے ہیں وہ اس کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ وہ انسان کو تسلی دلانے والے نہیں ہیں اور رَحْمَةُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا اعلان کیا ہے کہ

اسلام کا نظام

سب دیگر نظاموں سے ارفع اور اعلیٰ ہے جس میں سب انسانوں کے حقوق کی حفاظت کی گئی ہے۔ اور کسی کی بھی حق تلفی نہیں ہوتی اس کے برعکس دنیا کے دوسرے سب نظام ناقص اور انسانی حقوق کی حفاظت سے قاصر اور کسی نہ کسی رنگ میں ظالمانہ اور غیر منصفانہ ہیں۔

ہم مختلف اقتصادی نظاموں پر جب نگاہ ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں اصولی طور پر

دو قسم کے نظام

ہیں۔ ایک قسم کے نظام وہ ہیں جن کی بنیاد مذہب پر رکھی گئی ہے اور ایک نظام وہ ہیں جن کی بنیاد لامذہبیت پر رکھی گئی ہے جن نظاموں کی بنیاد بظاہر مذہب پر رکھی گئی ہے وہ بھی ظالمانہ ہیں۔ اس وقت میں کسی مذہب کا نام نہیں لینا چاہتا۔ لیکن ایک مذہب جس کے ماننے والے اس وقت دنیا میں بڑا ہی اثر اور رسوخ رکھتے ہیں اس میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص میرے مذہب سے تعلق نہیں رکھتا اس کا مال غصب کرنا خواہ وہ کسی ذریعہ سے ہو کسی حیلہ سے ہو جائز ہے۔ یہ ان کا ایک اقتصادی اصول ہے اقتصادیات میں پیداوار کے مسائل ہیں کہ چیزیں کس طرح پیدا کی جا سکتی ہیں یا تقسیم پیداوار کے مسائل ہیں کہ آگے ان چیزوں کو کس طرح سب میں تقسیم کرنا چاہیئے۔ اس مذہب کے اقتصادی نظام کی بنیاد اس بات پر ہے کہ جو میرے مذہب کو نہیں مانتا اس کا مال کھانا جائز ہے۔ اسی طرح بعض دوسرے مذاہب ہیں وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ اور شرمندگی کے یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے مذہب کا یہ اصول ہے کہ جس شخص کا ہمارے مذہب کے اس حصہ سے تعلق ہے وہ ہمارے نزدیک بڑا ذلیل ہے۔ اور حقیر اور باوجودیکہ اس کا تعلق ہمارے مذہب کے ساتھ ہے ہمارے مذہب نے اس کے کوئی حقوق تسلیم نہیں کئے۔ ان کا مال کھا لینا جائز ہے۔

غرض اقتصادی نظام کی بنیاد اسلام سے باہر جائے مذہب پر ہو تب بھی ہمیں ظالمانہ نظر آتی ہے۔ کم از کم وہ ایسی نظر نہیں آتی جو

تمام انسانوں کے اقتصادی حقوق

کی حفاظت کرنے والی ہو۔

دوسری قسم کا اقتصادی نظام ہمیں وہ نظر آتا ہے جو لامذہبیت کی بنیاد پر قائم ہے اور اس کی دو نمایاں شکلیں ہمارے سامنے ہیں۔ ایک کو ہم سرمایہ داری کا نام دیتے ہیں اور ایک کو ہم اشتراکیت کا نام دیتے ہیں۔ یہ دونوں اقتصادی نظام لامذہبیت کی بنیادوں پر قائم ہیں۔ یہی ان کا یہ دعویٰ ہے نہیں کہ ان اصول کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت دنیا میں رائج کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا اس سے کیا تعلق۔ ہم کماتے ہیں اور پیدا کرتے ہیں ہم جس طرح چاہیں پیداوار کو آگے تقسیم کریں اور "جس طرح چاہیں" کی آگے جو شکلیں نکلتی ہیں وہ بھی ظالمانہ ہوتی ہیں۔

اب دیکھو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایک فقرہ رَحْمَةُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ میں بڑی وضاحت سے یہ اعلان کیا کہ جو اقتصادی نظام، اسلام دنیا کے سامنے رکھ رہا ہے دنیا کا کوئی اور اقتصادی نظام نفع رسانی میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ویسے اس کے ماننے والے اپنے دل کی خواہشات کے مطابق اس کی خوبیاں بیان کرتے رہیں تو اور بات ہے لیکن

ٹھوس دلائل کے ساتھ

کوئی نظام اس کو ثابت نہیں کر سکتا کہ اس نے انسانیت کے حقوق کی (ان کے کسی ایک حصہ کی نہیں) اسی طرح حفاظت کی ہے جس طرح اسلام نے تمام انسانوں کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔

پس صرف یہ بات نہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام کا اقتصادی نظام بہترین ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم نے ببانگ دہل یہ اعلان کیا ہے کہ جو نظام قرآن کریم نازل کرنے والے خدا کی طرف سے

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کے ذریعہ دنیا کی طرف آیا ہے وہی انسان کے لئے اقتصادیات کا بہترین نظام ہے۔ اور وہ تمام انسانوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ کسی کی حق تلفی نہیں ہونے دیتا اور اسلام کا یہ دعویٰ اس لئے ہے کہ اسلام کا اقتصادی نظام عبادت کے ان گیارہ تقاضوں کو پورا کرنے والا ہے جن کی طرف مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

آج تو تمہید ہی بیان ہو سکی ہے۔ آگے میں بیان کروں گا انشاء اللہ کہ اسلام کا اقتصادی نظام عبادت کے گیارہ تقاضوں کو کس طرح پورا کرتا ہے اور اگر کسی تقاضا کے متعلق بنیادی بات نظر آتی ہے تو قرآن کریم نے اس کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ منکر اسلام جو کام کرتا ہے جو دعوے کرتا ہے جو اعلان کرتا ہے جو بات کرتا ہے وہ حقیقی عبادت کے تقاضوں اور اس کے تقاضوں کے خلاف ہے وہ اسلام کے اقتصادی نظام کے مقابلہ میں نہیں [illegible]

پرچمِ احمدیت اور اصحاب الصفّہ قادیان

از محترم حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہر روحانی جماعت پر ایسا نازک وقت ضرور آتا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کے کمزور انسانوں کو خدمت کی ایسے رنگ میں توفیق دیتا ہے کہ دنیا میں ان کو ایک خاص اور اہم مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ تقسیم ملک کے وقت پنجاب سے ہر عقیدہ کے مسلمان اپنے بزرگان کے مقام اور مرکز خالی چھوڑ کر چلے گئے مگر ایسے موقع پر صرف ایک ہی غریب اور کمزور جماعت تھی جس نے اپنے اولوالعزم امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں پرچم احمدیت کو مرکز قادیان میں لہرائے رکھنے کا عہد کیا اور دنیا نے اس نظارہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ مسیح محمدی کے ان سپاہیوں نے نازک ترین وقت میں بھی اس پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا اور ... کے سائے میں بھی اللہ اکبر کی آواز قادیان کے مقدس مینار سے بلند ہوتی رہی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ

وہ خدام احمدیت جن کو خدا تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے الہام الٰہی سے ان کو **اصحاب الصفّہ** اور **درویشانِ قادیان** کے خطاب سے نوازا۔ آپ کے ان بھائیوں نے اپنی عمر کا قیمتی حصہ اس خدمت میں گزار دیا ہے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ان خدام کے سلسلہ میں یہ اعلان فرمایا کہ:-

"بیرونی جماعتیں اپنے ان بھائیوں کا خیال رکھیں۔ خصوصاً قادیان میں جو اصحاب الصفّہ رہتے ہیں۔"

میں مخلصین جماعت کی خدمت میں مکرم ناظر صاحب بیت المال (آمد) کی تحریک پر حاضر ہوا ہوں اور ان کو ان کے عہد کی یاد تازہ کرانے کے لئے اس ثواب میں شامل ہو رہا ہوں کہ آئیے ہم سب سلسلہ کی خدمت کیلئے کمربستہ ہو کر آگے بڑھیں۔ تقسیم کے بعد ہندوستان کی جماعتوں کا بجٹ الگ قائم ہوا ہے۔ اگرچہ ہر سال مختلف تحریکوں میں احباب جماعت لاکھوں روپیہ کی قربانی کرتے ہیں مگر مختلف ہنگامی اور وقتی قربانی پر مستقل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا زکوٰۃ کے بعد لازمی چندہ جات کی فرضیت ایسی ہے کہ کوئی چندہ اس کے قائمقام نہیں ہو سکتا۔ اگر ایک بھائی حصہ آمد اور چندہ عام کی ادائیگی شرح کے مطابق نہیں کرتا مگر دوسری طرف وقتی طور پر بہت زیادہ قربانی کرتا ہے تو اس قربانی کو خواہ وہ لازمی چندہ جات سے کئی گنا زیادہ ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقرر کردہ چندہ جات کا قائمقام نہیں سمجھا جا سکتا پس میں دوستوں سے درخواست کروں گا کہ ہم سب اس طرف خاص توجہ دیں۔ مرکز کی طرف سے مکرم السحاج چوہدری مبارک علی صاحب قائمقام ناظر بیت المال آمد اس سلسلہ میں خاص طور پر دورہ پر جا رہے ہیں۔ عام حالات میں ایک ناظر صیغہ کا لمبے عرصہ کے لئے مرکز سے باہر بھجوانا مشکل ہوتا ہے مگر دوسری طرف آپ کے مرکز میں رہنے والے بھائیوں کی مشکلات روز بروز بڑھ رہی ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ پورا تعاون فرماویں۔ میرا اپنا اندازہ ہے کہ اگر تمام دوست شرح کے مطابق چندوں کی ادائیگی شروع کر دیں تو مرکز کی بہت سی مستقل ضرورتیں اس سے پوری ہو جاتی ہیں۔

پس میں آپ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں عرض کروں گا کہ

"تم میں سے ہر ایک کو جو حاضر یا غائب ہے تاکید کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو چندہ سے باخبر کرو۔ اور ہر ایک کمزور بھائی کو بھی چندہ میں شامل کرو۔ یہ موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔ کیسا یہ زمانہ ہے کہ کسی سے جانیں مانگی نہیں جاتیں اور یہ زمانہ جانوں کے دینے کا نہیں بلکہ مالوں کے بشرطِ استطاعت خرچ کرنے کا ہے۔" (الحکم ۱۰ر جولائی ۱۹۰۳ء)

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو اور اپنے فرشتوں کے ذریعہ آپ سب کے دل میں القاء فرمائے کہ آپ اس کارِ خیر کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانی اور تعاون کر سکیں۔ آمین

والسلام

خاکسار عبد الرحمٰن

ناظر اعلیٰ قادیان

ابھی اور ضرورت ہے

تبلیغ اسلام کو تیز سے تیز تر کرنے اور جملہ مسلمانوں میں تعلیم و تربیت کے کام کو وسیع کرنے کے لئے وقف جدید کے ذریعہ جو کام ہو رہا ہے اس میں مزید توسیع کیلئے ایسے چند نوجوانان یا ادھیڑ عمر کے واقفین کی ضرورت ہے جن میں خدمتِ دین کا شوق ہو اور اسلامی تعلیم سے واقفیت رکھتے ہوں اور مرکز کے حکم پر ہندوستان کے کسی **بھی علاقہ میں کام کرنے کو تیار ہوں**

منظور کردہ معیار کے مطابق ایسے احباب کم از کم میٹرک یا مڈل پاس ہوں۔ اردو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں۔ وقف منظور ہونے پر کچھ عرصہ مرکز میں یا کسی مبلغ کے ساتھ ٹریننگ میں کامیاب ہونے پر ۹۰-۴-۱۳۰ کے گریڈ میں ماہوار گزارہ دیا جائیگا۔

جو احباب خدمتِ دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنا چاہیں۔ وہ اپنی درخواستیں مع کوائفِ تعلیمی اور خدمتِ سلسلہ کے سابقہ تجربہ کے صدر جماعت کی تصدیق کے ساتھ بھجوا دیں۔

مہربانی کر کے امراء، صدر صاحبان، مبلغین و معلمین کرام اپنی اپنی جماعتوں میں وقف کے لئے دوستوں کو تحریک بھی کریں۔

انچارج وقفِ جدید انجمن احمدیہ قادیان

ایک مفید علمی کتابچہ

سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت پر جہاں معاندینِ حق و صداقت اور فرزندانِ ظلمت و تاریکی نے ناپاک اور نامناسب اتہامات لگانے میں جسارت بیجا سے کام لیا ہے وہاں بہت سی ایسی سعید روحیں بھی ملیں گی جو ہمیشہ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ کی معترف اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی تعریف و توصیف میں دل و جان سے رطب اللسان رہی ہیں۔ ایسے ہی محبانِ حق و صداقت انگریز اہلِ قلم مستشرقین کی چند مفید اور ایمان افروز تحریرات کو ۲۸ صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ زیرِ عنوان

Mohammad The most successful Prophet

کی صورت میں احمدیہ مسلم مشن کلکتہ نے شائع کیا ہے جو اخبار سٹیٹسمین کلکتہ مجریہ ۲۰ر جنوری میں شائع ہونے والے پروفیسر ٹائن بی کے ایک نہایت درجہ ناپاک اور مسموم مقالے کا مدلل و مسکت جواب ہے۔ اس وقت تک نہایت معمولی سے وقفہ کے بعد اس کتابچے کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے جس میں کسی قدر اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ زیر نظر کتابچہ غیر از جماعت اہلِ علم طبقہ میں بھی کتنا مقبول ہوا ہے اس کا کسی قدر اندازہ معاصر صدقِ جدید کے فاضل مدیر مولانا عبد الماجد دریابادی کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے جو موصوف نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کئے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:-

"پروفیسر ٹائن بی کے مسموم و معروف انگریزی مقالہ (مطبوعہ سٹیٹسمین کلکتہ) کا کامیاب جواب ایک مبلغ احمدیت کے قلم سے۔ مسلم و غیر مسلم دونوں کے پڑھنے کے قابل۔ متعدد انگریزی اہلِ قلم کے خیالات کا آئینہ (صدقِ جدید ۷/۶۹ ۸)"

احباب کو چاہیئے کہ اس مفید علمی کتابچہ کی بکثرت اشاعت میں کما حقہٗ تعاون دیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

خاکسار شریف احمد امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن ۲۰۵ نیو پارک سٹریٹ کلکتہ ۱۷

اظہارِ تشکر اور درخواستِ دعا: ۱۹ر جون ۱۹۶۹ء کا دن میری زندگی میں کافی المناک ثابت ہوا جبکہ میری اہلیہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرضیٔ مولیٰ میں کسی کو دخل نہیں اور ہر متنفس نے ایک دن اس دارِ فانی سے دار البقا کی طرف کوچ کرنا ہی ہے لیکن میری اہلیہ کی سفرِ زندگی میں کئی سالوں کی رفاقت کے بعد جدائی بہرحال میرے لئے ایک عظیم صدمہ ہے۔ مرحومہ بہت سی خوبیوں کی مالک اور احمدیت کی شیدائی تھیں اللہ تعالیٰ مغفرت فرما کر اپنے قرب میں جگہ دے آمین۔ ان کے انتقال پر بہت سے احباب و بزرگان نے ہمدردانہ و مشفقانہ تعزیتی خطوط ارسال فرما کر میرے غم کا بار ہلکا کیا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ان سب کا فرداً فرداً شکریہ ادا کروں پھر بھی بہت سے تعزیتی خطوط کا جواب نہیں دے سکا لہٰذا بدر کے ذریعہ سب کا شکریہ ادا کر کے دعا کا طالب ہوں خاکسار محمد احمد سیکرٹری مال انجمن احمدیہ جمشید پور

حج بیت اللہ شریف کی روح پرور تفصیل اور ایمان افروز کوائف

از الحاج مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دانش دہلوی درویش قادیان

آخری قسط

مدینہ منورہ میں حاضری

ہم ۱۰ اپریل کو مدینہ منورہ پہنچے۔ صبح دس بجے کے قریب نہا دھو کر مسجد نبوی آئے اور پرانے حصہ نبوی میں دو نفل ادا کرکے روضہ اطہر صلے اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے۔ اپنا سلام عرض کرنے کے بعد ان بزرگوں رشتہ داروں دوستوں کی طرف سے بھی حضور کی خدمت اقدس میں سلام پیش کیا گیا جنہوں نے ہم سے اس کی درخواست کی تھی۔ اور چونکہ کسی کا نام بھول بھی سکتا تھا اس لئے سب کی طرف سے یوں بھی سلام پیش کر دیا گیا

السلام علیک یا رسول اللہ من جمیع من اوصانی بالسلام علیک

حضور کی خدمت اقدس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانب سے بھی سلام عرض کیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کی ارواح کو سلام پیش کیا۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے سولہ دن مدینہ منورہ میں قیام کا موقع ملا۔ الحمد للہ کہ ۷۷ نمازیں مسجد نبوی میں ادا کرنے کی توفیق میسر آئی۔ ہم روزانہ تہجد کے وقت مسجد نبوی جاتے تھے اور انتظار میں رہتے تھے کہ جب ہی مسجد نبوی کے دروازے کھلیں تو جلدی سے محراب النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں پہنچ کر دو نفل ادا کریں۔ اور تہجد کے باقی نفل زمانہ نبوی کے حصہ مسجد میں ادا کریں۔ اس کے بعد اگر وقت ہوتا تو قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور پھر فجر کی نماز ادا کرتے۔ نماز کے بعد ڈیرے پر ناشتہ کے لئے آتے اور ناشتہ سے فارغ ہو کر کچھ دیر بعد باوضو ہو کر دوبارہ مسجد نبوی میں جاتے اور نفل ادا کرتے۔ روضہ اطہر پر صلوٰۃ و سلام کے لئے حاضر ہوتے اور پھر تلاوت قرآن مجید کرتے دس بجے کے بعد ڈیرے پر واپس آ کر کھانا پکاتے اور کھانے سے فارغ ہو کر پھر مسجد نبوی میں چلے جاتے اور قرآن مجید کی تلاوت، تسبیح و تحمید کرتے۔ درود شریف کثرت سے پڑھتے۔ اس کے بعد ظہر کی نماز ادا کرتے اور مسجد نبوی میں ہی کچھ دیر کیلئے بیٹھ جاتے

تین چالیس منٹ بعد اٹھ کر وضو کرتے اور نوافل ادا کرتے۔ اور تلاوت قرآن مجید کرتے رہتے۔ یہاں تک کہ عصر کی اذان ہو جاتی۔ پھر عصر کی نماز ادا کر کے ڈیرے پر آ جاتے۔ چائے پیتے اور کھانا تیار کرتے اور مغرب کی نماز کے لئے چلے جاتے۔ مغرب کے بعد آ کر کھانا کھاتے اور پھر جلدی ہی مسجد چلے جاتے۔ اور عشا کی نماز کے بعد تلاوت قرآن مجید کرتے۔ کچھ کلاسیں تفسیر القرآن، احادیث اور فقہ کی بعد عشاء مسجد نبوی میں لگتی ہیں وہاں بیٹھ کر ان کا درس سنتے۔ اور جب ساڑھے نو بجے منتظمین کی طرف سے مسجد بند کرنے کا اعلان ہوتا تو واپس آتے۔ رات کو ہم دس بجے کے قریب سوتے اور دو یا اڑھائی بجے پھر عبادت کے لئے بیدار ہو جاتے۔ محراب النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں ہمیں دن میں دو تین بار نوافل ادا کرنے کا موقع مل جایا کرتا تھا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی مسقف مسجد اور صحن مسجد اور حد مسجد النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور وہ ستون جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کھجور کے تنوں کے ہوتے تھے ٹھیک انہی جگہوں پر پکے ستون بنا دئے گئے ہیں۔ مسجد نبوی میں حضور صلعم کے زمانہ کی سب چیزوں و نشانات کو نمایاں کیا گیا ہے تاکہ ان مقامات پر عبادت اور ذکر الٰہی کے لئے ہر ایک کو توجہ اور شوق پیدا ہوتا رہے۔ وہ ستون جو محراب النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی پیچھے دائیں ہاتھ کی طرف ہے اور جس کو اسطوانہ حنانہ کہتے ہیں۔ وہ ستون جس کے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ وہ ستون جہاں حضور کے گھر کی حفاظت کے لئے کوئی صحابی بطور پہریدار بیٹھا کرتے تھے۔ وہ ستون جس کے ساتھ حضرت ابی لبابہ نے ستائیس دن تک اپنے آپ کو باندھ رکھا تھا اس لئے کہ انہوں نے یہود کے سامنے کوئی راز کی بات کہہ دی تھی۔ اور آنحضرت صلعم ناراض ہو گئے تھے۔ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا تو وحی نازل ہونے پر اس

ستون سے حضرت ابولبابہ کو حضور اکرمؐ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کھولا تھا اور اسطوانہ حضرت عائشہ رضؓ یعنی وہ ستون جس کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر اس جگہ نماز پڑھنے کا ثواب لوگوں کو معلوم ہو جائے تو قرعہ اندازی تک نوبت آئے اور وہ جگہ جہاں جبرئیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضؓ کی شکل میں نظر آئے تھے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام سے شریعت کی باتیں آپ کو اور صحابہ کرامؓ کو سکھانے کے لئے دریافت فرمائیں اور الصفہ چبوترے پر۔ ان سب جگہوں پر نوافل ادا کرتے رہے اور قرآن مجید کی تلاوت بھی ان جگہوں پر کرتے اور روضہ اطہر کے قریب جہاں ازواج مطہرات کے مکان ہوتے تھے اور حضرت عائشہ رضؓ کا حجرہ تھا یہاں ہی بیٹھ کر زیادہ تر تلاوت قرآن مجید کرتا تھا۔ اور نمازیں ادا کرتا تھا۔ ان سب ستونوں کو بوسہ دیا اور ان سے برکت حاصل کرکے چہرے آنکھوں اور سینہ پر ہاتھوں کو پھیرا اور وہ حصہ مسجد نبوی جس کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ اسی حصہ مسجد میں اکثر نمازیں نوافل ادا کرتے رہے اور ذکر الٰہی درود شریف پڑھتے رہے اور سب کے لئے اللہ تعالیٰ سے فضلوں، نوروں، رحمتوں اور خیر و برکت کے طالب ہوتے رہے۔ یہاں روزانہ روضہ اطہر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اور خلفاء راشدین کو صلوٰۃ و سلام کے لئے حاضر ہوتا۔ جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام کے بعد بہت سی دعائیں کرنے کا موقع ملتا۔ بوقت حاضری یہ یقین رکھتا کہ خداوند تعالیٰ کی خاص رحمت سے میری دعائیں آنحضرت صلعم تک بھی پہنچتی ہیں اس لئے آیت کریمہ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (نساء-۹)

ترجمہ۔ اور جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اگر اس وقت وہ تیرے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول بھی ان کے حق میں بخشش طلب کرتا تو وہ ضرور اللہ کو

بہت شفقت کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا پاتے۔ کے مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے روضہ اطہر پر حضور صلعم کی حاضری کے وقت میں عرض کرتا کہ میں نے بھی اپنی جان پر ظلم کیا اور میں گنہگار عاصی پر معاصی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے بھی اپنے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں۔ اے اللہ اپنے پیارے رسول کی دعاؤں کی برکت سے مجھ گنہگار کو بھی بہرہ ور فرما دے۔ اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما۔ اور میری عاقبت بخیر کرے اور اپنی رضا کی جنت میں داخل فرما۔

ہم جنت البقیع میں بھی تین چار مرتبہ گئے اور مزار امیر المومنین حضرت عثمان رضؓ۔ قبور ازواج مطہراتؓ۔ بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت انس رضؓ بن مالک۔ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلعم۔ قبور سیدنا عباسؓ عم رسول اللہ۔ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ۔ حضرت حسنؓ بن علی رضؓ۔ حضرت زین العابدین رضؓ۔ حضرت محمد باقرؓ۔ حضرت جعفر صادقؓ اور کثیر کبار صحابہ و شہداء کی قبور پر سورہ فاتحہ پڑھی اور صلوٰۃ و سلام بھیجے۔ کہتے ہیں جنت البقیع میں دس ہزار صحابہ مدفون ہیں۔ یہ قبرستان زمانہ نبوی سے لے کر آج تک اپنے اندر عشاق کی میتوں کو سمیٹے چلا جا رہا ہے۔ اس میں دفن ہونا ہر ایک اپنی انتہائی خوش قسمتی سمجھتا ہے

مدینہ منورہ کی مساجد میں سے مسجد نبوی کے علاوہ مسجد غمامہ۔ مسجد سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ۔ مسجد سیدنا عمر رضؓ بن الخطاب۔ مسجد سیدنا حضرت علی رضؓ مشہور مسجدیں ہیں۔ ان سب میں نوافل ادا کئے اور دعائیں مانگیں مسجد بلال ختم ہو کر اب کشادہ سڑک کی پیٹ میں آ چکی ہے اس کا نشان باقی نہیں رہا۔ مسجد فاطمہ بنت خستہ ہو چکی ہے اور بند کر دی گئی ہے۔ مسجد غمامہ میں عید الفطر اور عید الاضحیہ کی نماز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ پہلے یہ آبادی سے باہر تھی۔ اب آبادی کے وسط میں ہے نماز جمعہ کے وقت حضور کی دعا سے یکایک بادل آ جانے کا واقعہ اسی مسجد سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے مسجد غمامہ (بادل) کے نام سے مشہور ہو گئی۔ یہ مسجد کافی بڑی اور خوبصورت ہے۔ مسجد نبوی میں داخل ہونے کے لئے کئی دروازے ہیں۔ باب جبریل۔ باب السلام۔ باب الرحمت۔ باب صدیق۔ باب عمر بن الخطاب۔ باب عمر بن العزیز وغیرہ ان مبارک ناموں کی وجہ سے ہر دروازے سے ہی داخل ہونے کو جی چاہتا تھا۔ اور ایک خوخہ ابوبکر بھی ہے جس کے رستے سیدنا حضرت ابوبکر رضؓ اپنے زمانہ خلافت میں اپنے مکان سے مسجد میں نماز کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ اور حضور کے زمانہ میں کھڑکی تھی

خاکسار بھی اس کھڑکی سے اکثر داخل ہوتا تھا۔

تین دفعہ جبلِ اُحد پر گئے۔ اور وہ تمام یادیں تازہ ہوگئیں جن کا ذکر قرآن مجید میں سورۃ آلِ عمران کے رکوع ۱۵ سے لے کر ۱۸ تک ہے۔ احد پہاڑ پر بھی چڑھے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اُحُدٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہٗ"۔ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں وہ ٹیلہ بھی دیکھا اور اس پر چڑھے جہاں آنحضرت صلعم نے جنگ اُحد کے موقع پر خود حفاظتی کے پیشِ نظر پچاس تیر انداز مقرر فرمائے تھے۔ اور ایک غلطی کر بیٹھنے کے باعث میدان کاٹ کر اس ٹیلہ کے عقب سے خالد بن ولید اور ابو سفیان کو حملہ کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا موقع مل گیا وہ جگہ بھی دیکھی جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے تھے اور حضور زخمی ہو گئے تھے۔ میدانِ اُحد میں حضرت رسول کریم صلعم کے چچا حضرت حمزہ کے نام پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے۔ مسجد حمزہ میں زائرین شہداء احد کی بلندی درجات کے لئے دو نفل ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد مزار سید نا حمزہؓ اور شہداء اُحد کی قبور پر فاتحہ اور صلوٰۃ و سلام کے حاضر ہوتے ہیں ہم نے بھی اسی پر عمل کیا

تین مرتبہ غزوۂ خندق کے مقام پر گئے۔ خندق کے قریب ایک بلند ٹیلے پر مسجد الفتح بنی ہوئی ہے۔ یہاں آنحضرت صلعم نے متواتر تین روز نمازیں پڑھیں اور اسلام کی فتح و نصرت کیلئے دعائیں کیں۔ مسجد فتح بلند ٹیلے پر ہے وہاں سے جنگِ احزاب کا پورا نقشہ تصور میں آجاتا ہے۔ اس مسجد میں سورۂ احزاب کی تلاوت کرتے ہوئے جب میں نے احزاب کے خیمہ زن ہونے کے مقام کو دیکھا تو رقت طاری ہو گئی۔ اسی طرح جبل احد پر سورۂ آل عمران کے سولھویں سترھویں اٹھارہویں رکوع کی تلاوت کے وقت درد اور رقت سے عجیب کیفیت ہو جاتی تھی۔ اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ غزوہ احد مدینہ منورہ کے شمالی راستہ پر ہوا تھا اور غزوہ خندق شمال مغربی راستہ پر۔ دونوں میدان قریب قریب ہیں خندق کے ورلی جانب جن جگہوں پر حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت سلمانؓ کے خیمے نصب تھے وہاں ان ناموں پر بطور یادگار مساجد تعمیر کر دی گئی ہیں۔ مسجد الفتح جبل سلع کے ساتھ اونچے ٹیلے پر بنی ہوئی ہے۔ یہ مسجد مبط وحی ہے۔ غزوۂ خندق کے متعلق سورۂ احزاب کی آیات یہاں بھی آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی تھیں اس میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مصلّی ہے۔ ہمیں ان مساجد میں اور اسی مصلّی پر نوافل اور دعاؤں کی سعادت حاصل ہوئی۔

مسجد قبلتین کی بھی زیارت کی۔ اس میں دو نفل ادا کئے۔ ایک روایت کے مطابق اس مسجد میں آنحضرت صلعم مسجد اقصےٰ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز باجماعت ادا فرما رہے تھے تو تحویل قبلہ کے متعلق اللہ تعالےٰ کا حکم نازل ہوا تھا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور آپؐ نے نماز میں ہی خانہ کعبہ مسجد الحرام کی جانب منہ کر لیا۔ اور تمام صحابہؓ نے بھی اتباع کی۔ یہ مسجد بھی حاجیوں کی زیارت گاہ ہے۔

مسجد قبا بھی تین مرتبہ گئے اس مسجد کو مسجد الحرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے بعد چوتھا مقام حاصل ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اس میں دو رکعت نماز کا عمرہ جتنا ثواب ہے۔ منافقین نے مدینہ سے باہر ایک مسجد تعمیر کی تھی جس کا افتتاح وہ حضورؐ سے کرانا چاہتے تھے مگر اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کو اس کی حقیقت سے آگاہ کر کے ممانعت فرما دی سورۂ توبہ ع ۱۳ میں اس کا ذکر آیا ہے کہ ان لوگوں نے مسجد کو ضرر پہنچانے اور کفر پھیلانے اور مومنین میں تفریق ڈالنے اور اللہ و رسول سے جنگ کرنے والوں کے لئے بطور پناہ گاہ بنایا ہے۔ اصل حقیقت منکشف ہو جانے پر آنحضرت صلعم نے اس مسجد ضرار کو اسی وقت گروا دیا مسجد ضرار کی جگہ ہم نے بھی دیکھی اور منافقین پر پھٹکار ڈالی۔ اس وقت وہاں کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا ہے

آنحضرت صلعم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے جب مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے تو آپ نے مدینہ سے باہر کی بستی قبا میں چند یوم قیام فرمایا۔ اس لئے قبا کو پرانا مدینہ بھی کہتے ہیں یہاں کی مسجد کا نام مسجد قبا ہے۔ اس مسجد میں وہ محراب اب بھی قائم ہے جہاں آنحضرت صلعم پر لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ والی آیات نازل ہوئی بتائی جاتی ہیں۔ اس محراب میں ہم نے بھی نوافل پڑھے اور سورۂ توبہ کی ان آیات کی تلاوت کی

مسجدِ جمعہ۔ جس دن رسول کریم صلعم قبا سے مدینہ منورہ تشریف لائے وہ جمعہ کا دن اور دوپہر کا وقت تھا جب آپ بنی سالم قبیلے کی زمینوں پر سے گزر رہے تھے تو جمعہ کی فرضیت کا حکم نازل ہوا آپ نے وہیں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ اب وہاں ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی ہے زائرین اس مسجد جمعہ میں دو نفل ادا کرتے ہیں ہم بھی دو مرتبہ اس مسجد کی زیارت کو گئے اور نفل پڑھ کر دعا کی

مسجد نبوی اندر اور باہر سے بہت خوبصورت ہے۔ بجلی اور پنکھوں کا بہت اعلیٰ انتظام ہے مسجد الحرام کے باہر متعدد اور مسجد نبوی کے باہر کئی غسلخانے بنے ہوئے ہیں جہاں ہزاروں حاجی بیک وقت وضو کر سکتے ہیں ان میں فلش کا بھی انتظام ہے۔ مسجد نبوی میں اذان پہلے منبر کے پاس ہوتی ہے اور میناروں پر دہرائی جاتی ہے۔ لیکن تکبیر کی اذان صرف ایک ۴۳ میناروں سے ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ کے لوگ بھی بہت خوش اخلاق ہیں۔ مسجد الحرام میں تلاوت۔ ذکر الٰہی۔ طواف کعبہ میں زائرین اور حجاج بلند آواز میں دعائیں کرتے ہیں لیکن مسجد نبوی میں دبی آواز میں۔ خاموشی متانت اور ادب سے

ہم ۲۵ اپریل کو روضۂ اطہر پر وداعی سلام کر کے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور رات ہی کو جدّہ پہنچ گئے۔ جدہ سے ۲۹ اپریل کو روانہ ہو کر ۷ مئی کو بمبئی پہنچے۔ اور ۱۱ مئی کو صبح سویرے قادیان پہنچ گئے۔ اللہ تعالےٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے ہمیں حج بیت اللہ شریف کی توفیق بخشی اور سفر و حضر میں بخیر و عافیت رکھا۔ اور بخیریت واپس لایا

فالحمد للہ علیٰ ذالک

جماعت ہائے احمدیہ پونچھ و کشمیر کا مالی دورہ

محترم الحاج چودھری مبارک علی صاحب قائمقام ناظر بیت المال آمد مع انسپکٹر صاحب بیت المال مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق جماعت ہائے احمدیہ پونچھ و کشمیر کا مالی دورہ مورخہ ۲۰ ظہور ۱۳۴۸ ہش مطابق ۲۰ اگست ۱۹۶۹ء سے کر رہے ہیں۔ جملہ عہدیداران اور احباب جماعت کو چاہیئے کہ مرکزی وفد سے پورا پورا تعاون فرمادیں۔ اور زیادہ سے زیادہ سلسلہ کی مالی تحریکات میں حصہ لے کر اپنے ایمان اور اخلاص کا ثبوت دیں۔

ناظر اعلےٰ قادیان

نمبر	نام جماعت	تاریخ رسیدگی	قیام	تاریخ روانگی	کیفیت
۱	قادیان	-	-	۲۰-۸-۶۹	
۲	جموں	۲۰-۸-۶۹	۱	۲۱ "	
۳	پونچھ	۲۱ "	۱	۲۲ "	
۴	شینڈرہ	۲۲ "	۱	۲۳ "	
۵	سلواہ۔ گورسای۔ پٹھانہ تیر	۲۳ "	۲	۲۵ "	
۶	چارکوٹ	۲۵ "	۲	۲۷ "	
۷	کالابن کوٹلی۔ لوہارکا	۲۷ "	۱	۲۸ "	
۸	بڈھالوں	۲۹ "	۱	۳۰ "	
۹	جموں	۳۰ "	۱	۳۱ "	
۱۰	بھدرواہ	۳۱ "	۲	۲-۹-۶۹	
۱۱	سرینگر	۳-۹-۶۹	۲	۵ "	
۱۲	شورت	۵ "	۱	۶ "	
۱۳	کنی پورہ	۶ "	۲	۸ "	
۱۴	ادگام	۸ "	۱	۹ "	
۱۵	باڑی پورہ	۹ "	۲	۱۱ "	
۱۶	چک ایمرچھ	۱۱ "	۱	۱۲ "	
۱۷	آسنور	۱۲ "	۲	۱۴ "	
۱۸	رشی نگر	۱۴ "	۲	۱۶ "	
۱۹	ماندوجن	۱۶ "	۱	۱۷ "	
۲۰	شوپیاں	۱۷ "		۱۸ "	
۲۱	مانلو۔ سوفن نامن	۱۸ "	۱	۱۹ "	
۲۲	پھوہرٹ	۱۹ "	۱	۲۰ "	
۲۳	سندبراڑی	۲۰ "	۱	۲۱ "	
۲۴	ہاری پاری گام	۲۱ "	۱	۲۲ "	
۲۵	سرینگر	۲۲ "	۱	۲۳ "	
۲۶	بانڈی پورہ ترکپورہ	۲۳ "	۲	۲۵ "	
۲۷	سرینگر	۲۵ "	۲	۲۷ "	
۲۸	جموں	۲۷ "	۱	۲۸ "	
۲۹	قادیان	۲۸ "	-	-	

خاتم النبیین کے مسلّمہ معنی اور ختمِ نبوّت کی حقیقت

ختمِ نبوت کا منفی و مثبت پہلو

از محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی نائب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

آئے دن مخالفین جماعت احمدیہ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے کے لئے ختمِ نبوت کا ناقص تصوّر پیش کر کے جماعت احمدیہ کو ختمِ نبوت کا منکر قرار دیتے رہتے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ خاتم النبیین کا کامل مفہوم بیان کر کے اصل حقیقت لوگوں کے سامنے لائی جائے۔ اور بتایا جائے کہ جماعت احمدیہ ان سے بڑھ کر ختم نبوت کی قائل ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس مقام کی خادم و محافظ ہے۔

خاتم کے معنی

جیسا کہ لغت سے ظاہر ہے لفظ خاتم اسم آلہ ہے اور ختم سے نکلا ہے اور اس کے معنی ہیں :-

۱۔ کسی کام یا چیز کو ختم کر دینا۔ اس لحاظ سے خاتم کے معنی ہیں کسی چیز کا انجام، آخر یا آخری چیز۔

۲۔ معنی ختم کے نقش کرنا اور نقش کے ہیں حضرت امام راغب اپنی کتاب المفردات میں لکھتے ہیں

"الختم والطبع یقال علیٰ وجھین مصدر ختمت وطبعت وھو تاثیر الشیٔ کنقش الخاتم والطابع والثانی الاثر الحاصل عن النقش"

یعنی لفظ ختم وطبع دو معنی میں آیا ہے (الف) مصدری یعنی مہر ٹھپہ۔ انگوٹھی یا اسٹیمپ وغیرہ لگانا

(ب) اس کے نتیجہ میں جو نشان و نقش پیدا ہو اس لحاظ سے خاتم کے معنی ہیں انگوٹھی۔ سٹیمپ۔ ٹھپہ۔ مہر اور چھاپ وغیرہ

ختم کے ان معانی سے ظاہر ہے کہ ختم کے دو پہلو ہیں۔ ایک منفی اور دوسرا مثبت اس لئے اس کے لحاظ سے خاتم کے بھی دو پہلو ہیں۔ منفی اور مثبت۔ ہمارے مخالف اس کا صرف منفی پہلو ہی لیتے ہیں اور اس کے مثبت پہلو کو ترک کر دیتے ہیں۔ حالانکہ کسی چیز کا مثبت پہلو منفی پہلو سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ جماعت احمدیہ اس کے دونوں پہلوؤں کو قبول کرتی ہے اور ہر دو پر زور دیتی ہے اور کہتی ہے کہ ختم کر دینے کے لحاظ سے

(اول) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ اور آخر الانبیاء ہیں۔ یہ ختمِ نبوت کا منفی پہلو ہے

(دوم) مہر کے لحاظ سے آپ نبیوں کی مہر ہیں۔ آگے مہر کی کئی اغراض و مقاصد ہیں اور وہ کئی معنوں میں استعمال ہوتی ہے (۱) مہر بمعنی بند کرنا چونکہ بعض اوقات مہر بند کی ہوئی چیزوں پر بھی لگتی ہے۔ اس لئے مہر بند کرنے کے معنوں میں بطور محاورہ بھی استعمال ہوتی ہے اس لحاظ سے آپ کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ نبیوں کو بند کرنے والے ہیں۔ یہ بھی ختمِ نبوت کا منفی ہی پہلو ہے۔ ختم کرنے اور بند کرنے کے لحاظ سے خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین یعنی آخری نبی کے ہیں

مگر یہ یاد رہے کہ النبیین سے مراد اس صورت میں کل انبیاء نہیں بلکہ بعض خاص قسم کے انبیا مراد ہیں جیسا کہ فَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ کے مطابق یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ میں کل نہیں بلکہ بعض انبیاء مراد ہیں۔ اسی طرح خاتم النبیین میں بھی بعض قسم کے انبیاء مراد ہیں نہ کہ کل انبیاء۔

جمع کے لفظ کے لئے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ہر جگہ اس کے افراد مراد ہوں بلکہ کسی جگہ بعض اور کسی جگہ کل افراد مراد ہوتے ہیں۔ ہمارے مخالف میثاق النبیین والی آیت (آل عمران) میں آنحضرت صلعم کو شامل نہیں کیا کرتے اور آپ کو اس میں سے مستثنیٰ کر لیا کرتے ہیں اور کہہ دیا کرتے ہیں کہ آئندہ آنے والے نبی کو ماننے کا عہد خدا نے صرف پہلے آنے والے نبیوں سے لیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ لیا تھا

پس خاتم النبیین میں النبیین سے بعض قسم کے انبیاء مراد ہیں۔ یعنی آپ صرف مستقل و صاحب شریعت انبیاء میں سے آخری ہیں۔ آپ کی شریعت کبھی منسوخ نہ ہو گی بلکہ تا قیامت قائم رہے گی۔ آپ کے بعد کوئی مستقل صاحب شریعت نبی نہ آئے گا۔ اور یہی معنی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے بھی ہیں۔ یہ فقرہ بھی ختم نبوت کے صرف منفی پہلو ہی کو ظاہر کرتا ہے اور بعض مخصوص قسم کے انبیاء کی نفی کرتا ہے نہ کہ مطلق انبیاء کی۔ جیسا کہ لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ مطلق ہجرت کی نفی نہیں بلکہ خاص مکہ سے آئندہ ہجرت کی نفی مراد ہے۔

۲۔ آخری کا ایک مفہوم بے نظیر و افضل بھی ہوتا ہے جیسے ایک عربی شاعر نے دوسرے شاعر کے متعلق کہا ہے

فجع القریض بخاتم الشعراء
وغدیر روضتھا حبیب الطائی

(وفیات الاعیان)

اس کی مراد خاتم سے یہ ہے کہ وہ ممدوح شعراء میں سے افضل ہے۔ اس جیسا کوئی دوسرا شاعر نہیں

اسی طرح انوری شاعر خاتم کا لفظ غیاث الدین بادشاہ اور اپنے اور حضرت علی اور آنحضرت صلعم کے متعلق استعمال کرتے ہوئے لکھتا ہے ؎

مادرِ گیتی نہ زادہ زیر چرخِ چنبری
بادشاہ چوں غیاث الدین گدا چوں انوری
بر تو سلطانیت ختم و بر من مسکین سخن
چوں شجاعت بر علی بر مصطفےٰ پیغمبری

انہی معنوں میں خاتم المفسرین۔ خاتم المحدثین۔ خاتم الاولیاء اور خاتم المخلوقات وغیرہ درجنوں مثالیں مشہور ہیں۔ اب یہ لفظ خاتم افضل کے معنوں میں مشہور ہو گیا ہے۔

مولانا جلال الدین رومی اپنی مثنوی میں ختم نبوت کا مفہوم بے نظیر قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

بہر ایں خاتم شدست او کہ بجود
مثل او نے بود و نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست
نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

کہ جب کوئی شخص کسی صنعت میں استاد کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے تو کیا اس وقت اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ صنعت تجھ پر ختم ہے

واضح رہے کہ خاتم کے لفظ کی طرح آخر کا لفظ بھی بے نظیر کے معنوں میں بطور محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو اقبال کا شعر ؎

چل بسا داغ آہ میت اس کی زیب دوش ہے
آخری شاعر جہان آباد کا خاموش ہے

حضرت امام جلال الدین سیوطی نے حضرت امام ابن تیمیہ کو آخر المجتہدین لکھا ہے (الاشباہ والنظائر جلد ۳ صفحہ ۳۱۰)

غرضیکہ جو درجہ میں سب سے اونچا سمجھا جائے وہ خاتم و آخری قرار دیا جاتا ہے حضرت امام فخر الدین رازیؒ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے انسانی ارتقاء کے مدارج میں سے عقل کو سب کا خاتم اور ان سے افضل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

" فاعطاھم العقل وابعث فی ارواحھم نور البصیرۃ وجوھر الھدایۃ فعند ھذہ الدرجۃ فازوا بالخلع الاربع الوجود والحیٰوۃ والقدرۃ والعقل

فالعقل خاتم الکل والخاتم یجب ان یکون افضل الا تری ان رسولنا صلے اللہ علیہ وسلم لما کان خاتم الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام ولانسان لما کان خاتم المخلوقات الجسمانیۃ کان افضلھا فکذالک العقل لما کان خاتم الخلع الفائضۃ من حضرۃ ذی الجلال کان افضل الخلع واکملھا "

(تفسیر کبیر رازی جلد ۶ صفحہ ۳۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عقل عطا فرمائی اور ان کی روحوں میں نور بصیرت اور جوہر ہدایت پیدا کیا۔ اس موقع پر انسان کو چار خلعتیں نصیب ہوئیں ۱۔ وجود ۲۔ زندگی ۳۔ قدرت ۴۔ عقل۔ اور عقل ان تمام خلعتوں کی خاتم ہے۔ اور خاتم کے لئے ضروری ہے کہ وہ افضل ہو۔

دیکھو جس طرح ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے سب نبیوں کا خاتم قرار پانے کے باعث سب سے اشرف و افضل قرار پائے اسی طرح انسان جسمانی مخلوقات کا خاتم قرار پانے کے باعث سب سے اشرف و اعلیٰ ٹھہرا۔ اسی طرح عقل چونکہ ان چاروں خلعتوں میں سے خاتم ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ ان سب سے اشرف و اکمل ہو

اسی طرح جناب شیخ فرید الدین صاحب عطار اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں تحریر فرماتے ہیں :-

"محبوب کے لئے چند درجے ہیں۔ بعض کو ان سے ایک نہر دی جاتی ہے اور بعض کو آدھے اور بعض کو آدھے سے زیادہ۔ جو

کہ اس درجہ کو پہنچتاہے تو وہ مجذوب تمام مجذوبوں سے بڑھ جاتاہے اور خاتم الاولیاء ہوتاہے اور سرتاج تمام ولیوں کا جیساکہ ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلعم خاتم الانبیاء تھے۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۴۷)

۳- انگوٹھی کی ایک غرض زینت ہوتی ہے اس لحاظ سے آنحضرت صلعم انبیاء کے لئے زینت ہیں۔ تفسیر فتح البیان میں لکھاہے

صار کالخاتم لھم الذی یختمون به و یتزینون بکونه منھم کہ نبیوں کے لئے بمنزلہ انگوٹھی قرار پائے

(ج) انگوٹھی انگلی کا احاطہ کرلیتی ہے اور سب اطراف سے گھیر لیتی ہے گویا جامعیت کا مفہوم دیتی ہے۔ اس لحاظ سے آنحضرت صلعم جامع جمیع کمالات انبیاء ہیں۔

۴- مہر کا ایک مدعا تصدیق بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ مہر تصدیق ثبت کرنا عام مشہور محاورہ ہے۔ سرکاری فوجی گھوڑوں۔ کارخانوں کی چیزوں۔ ڈاک کے خطوط ولفافوں و پارسلوں پر اور عدالت کی مسلوں پر مہر لگنی ہے جو بند کرنے کی بجائے تصدیق کا کام دیتی ہے آنحضرت صلعم اس لحاظ سے نبیوں کے مصدق ہیں

(د) مہر و ٹھپہ نقش کرنے اور تاثیر و افاضہ کا بھی ذریعہ ہے جس نیت کی مہر و ٹھپہ ہوتاہے اسی نیت کا سکہ اور نوٹ تیار ہوجاتاہے۔ ایسا ہی قرآن کریم کا ٹھپہ عکسی قرآن تیار کر دیتاہے۔ یہ ختم نبوت کا مثبت پہلو ہے۔ جس میں اجرائے نبوت کا مفہوم پایا جاتاہے۔

ختم نبوت کے اس منفی و مثبت پہلو کو واضح کرنے کے لئے حضرت علی رضؓ نے فرمایاہے

الخاتم لما سبق والفاتح لما انغلق

(نہج البلاغہ ورق ۱۹)

کہ آنحضرت صلعم خاتم ہیں انبیاء سابقین کی نبوت کے فیوض کو بند اور اپنے فیوض کو جاری کرنے والے ہیں۔

کوئی چیز کامل تبھی ہوتی ہے جب کہ اس کے منفی پہلو کے ساتھ اس کا مثبت پہلو بھی شامل ہو۔ خالی سلبی و منفی پہلو کافی نہیں ہوتا۔ خاتم النبیین کے الفاظ آنحضرت صلعم کے لئے مقام مدح میں آئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ خاتم کا اکیلا منفی پہلو کوئی مدح نہیں ہاں اس کا مثبت پہلو اس کے ساتھ شامل ہوکر آپ کی کامل مدح و تفضیلت ظاہر کرتاہے۔ اگر آپ کی ختم نبوت میں سلبی و منفی پہلو کے ساتھ مثبت پہلو شامل نہ ہو تو ختم نبوت کا مفہوم کامل طور پر ظاہر نہیں ہوتا پس اس منفی و مثبت پہلوؤں کے جمع ہونے سے آپ کے خاتم النبیین کا کامل مفہوم یہ بنتاہے

کہ آپ ایک طرف نبی بند کرنے والے ہیں اور دوسری طرف نبی جاری کرنے والے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم اس مفہوم کو یوں بھی اداکر سکتے ہیں کہ آپؐ کے ذریعہ سے بعض قسم کے نبیوں کا سلسلہ بند کردیا گیاہے اور بعض قسم کے نبی آسکتے ہیں اور یہی قرآن کریم کی منشاء ہے۔

آپؐ سے قبل بائبل میں آنحضرت صلعم کے لئے کثیر پیشگوئیاں موجود ہیں۔ ان میں سے حضرت موسےٰؑ کے ذریعہ سے استثناء ۱۸: ۱۵ اور ۳۳: ۲ میں کوہ فاران سے ایک صاحب شریعت نبی کے ذریعہ سے مخاطب بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی دوسری شاخ بنی اسماعیل میں ایک نیا سلسلہ جاری کرنے کی خبر دی گئی تھی۔ اور دانیال نبی نے بتایا تھاکہ "رؤیا و نبوت پر مُہر ہوگی"

(دانیال ب ۹: ۲۴-۲۶)

اب اگر صرف منفی پہلو سے کر یہ کہاجائے کہ آپؐ صرف ختم و بند کرنے والے ہیں تو اس پیشگوئی کا مفہوم یہ بن جائے گا کہ آپؐ کے ذریعہ سے نبوت کے ساتھ رؤیا بھی بند کردی گئی ہے۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔ رؤیا کا سلسلہ مسلمان جاری مانتے ہیں۔ لہٰذا اس کے ساتھ اس کا مثبت پہلو بھی شامل کرنا ضروری ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ آنے والے خاتم کے ذریعہ سے رؤیا و نبوت ایک طرف سے بند کر کے دوسری طرف جاری ہوگی۔ گویا اس میں آپؐ کے ذریعہ سے انتقال رؤیا و نبوت کی پیشگوئی کی گئی تھی۔

چنانچہ اس انتقال نبوت کی پیشگوئی حضرت مسیح نے بھی آکر فرمائی۔ اور زلور والی آنحضرت صلعم کے متعلق کونے کے پتھر والی پیشگوئی یہود کو یاد دلاکر فرمایا:-

"میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور دوسری قوم کو دے دی جائیگی"

(متی ۲۱: ۴۳)

یعنی انتقال نبوت ہو جائے گا۔ انتقال منفی و مثبت ہر دو پہلو پر حاوی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نبوت ایک طرف سے بند کرکے دوسری طرف جاری ہو جائے گی۔ پیشگوئی انتقال نبوت کے اس منفی و مثبت مفہوم کو خدا تعالیٰ نے خاتم النبیین کے الفاظ میں اہل کتاب کے سامنے رکھاہے اور یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کو دیگر انبیاء کے مقابلہ میں ثابت کرنے کے لئے ہے۔ بتایا گیاہے کہ یہ افاضہ کمال و تاثیر و قوت قدسیہ کسی اور نبی کے حصہ میں نہیں آئی۔ آپؐ سے قبل کسی بھی نبی کے لئے یہ شرط نہ تھی۔ کہ اس کی اتباع سے نبوت کا مقام حاصل ہو سکے گا۔ بلکہ سب انبیاء براہ راست آتے رہے۔ ہاں حصول نبوت کے لئے کسی اور نبی کی اتباع شرط نہ تھی۔ مگر آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا مقام پانے کے لئے آپؐ کی کامل اتباع شرط ہے اب غیر اقوام میں سے کوئی نبی نہیں آسکتا جب تک کہ آپؐ کی اتباع کا جوا اس کی گردن پر نہ ہو اور اس کی نبوت آپؐ کی مہر کی وجہ سے نہ ہو۔

یہ ہے خاتم النبیین کی ختم نبوت کی اصل حقیقت۔ الفاظ خاتم النبیین میں مذکورہ سبھی معانی ملحوظ ہیں۔ اور یہ سارے کے سارے لغوی معنوں کو ملحوظ رکھ کر کئے گئے ہیں۔ اور قرآن کریم ذوالوجوہ و ذوالبطون ہے۔ ایک آیت کے ایک سے زیادہ معنی ہو سکتے ہیں۔ بلکہ ایسے معانی بھی مختلف صورتوں میں ہو سکتے ہیں جو ایک دوسرے سے متضاد ہوں۔ وہ سارے اپنا اپنا رنگ دکھلاتے ہیں اور یہ قرآن کریم کا ایک بڑا کمال ہے جو دوسری کسی کتاب کو حاصل نہیں۔ بائبل میں ظاہر و باطن والے کمال رکھنے والی کتاب کی پیشگوئی بھی تھی۔ جس کا ذکر عہدنامہ جدید کے آخر میں حضرت مسیح کے مکاشفہ میں آیاہے (مکاشفہ ۵: ۱) اس کے مطابق آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ یاد رہے کہ زمانی طور پر اوّل یا آخر ہونا کوئی مدح نہیں۔ حالانکہ خاتم النبیین کے الفاظ مقام مدح میں آئے ہیں لہٰذا مدح والے معنے ہونے چاہئیں۔

اگر آپؐ کے بعد آپؐ کی اتباع میں نبی آتاہے تو وہ کوئی الگ نبی نہیں بلکہ اس کے آپؐ کے وجود میں داخل ہونے کی وجہ سے آپؐ آخری نبی ہی رہتے ہیں۔

لیکن اگر آپ آخری نبی ہیں۔ اور نبی کا لفظ بھی عام ہے ظلی بروزی اور امتی ہر قسم کے نبی کی نفی کرتاہے تو حضرت مسیح جن کے دیگر مسلمان منتظر ہیں کس طرح آپ کے بعد آسکتے ہیں۔ اگر وہ آجائیں تو مذکورہ سلبی معنوں کی رُو سے وہ آنحضرت صلعم کی بجائے خاتم الانبیاء یعنی آخری نبی قرار پائیں گے۔ کوئی صاحب اس مسئلہ کو سلجھا کر دکھائیں

اگر یہ کہاجائے کہ مسئلہ ضرورت نبوت کے لئے ان کا آنا ضروری ہے وہ آکر آپؐ کی اُمت میں داخل ہو جائیں گے تو اس کے متعلق عرض ہے کہ انہوں نے نبوت کا کمال آنحضرت صلعم کی علی اتباع و تاثیر و فیض کے بغیر حاصل کیا ہوا ہے اس سے آنحضرت صلعم کا ذاتی کمال افاضہ ظاہر نہیں ہوتا۔ ہاں ایک امتی نبی کے ذریعہ سے جو آپؐ کی کامل اتباع و تاثیر و افاضہ سے نبوت کا درجہ و مقام پاتاہے آنحضرت صلعم کا کمال ثابت ہوتاہے اور دیگر انبیاء پر آپؐ کی افضلیت ثابت ہوتی ہے اور یہی امر ثابت کرنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی نبوت کا مدعا ہے

یہ سوچنے کا مقام ہے کہ اگر باہر کا نبی آپؐ کے بعد آسکتاہے تو آپؐ کی امت میں سے کیوں کوئی نبی بن کر نہیں آسکتا۔ سوال تو ضرورت نبوت کا ہے سو وہ دونوں فریق کو مسلم ہے۔ آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہوئے دونوں فریق میں سے ایک فریق خدا تعالیٰ کی سنت کے مطابق نئے نبی کی آمد کا قائل ہے اور دوسرا فریق خلاف سنت پرانے نبی کی آمد کا منتظر ہے۔

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ مستقل اور الگ صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوےٰ لوگوں کی طرف سے غلط طور پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف منسوب کیا جاتاہے۔ مگر کوئی ایک بھی حوالہ آپؐ کا ایسا نہیں پیش کیا جاتا ... آپؐ کا دعوےٰ ہے کہ میں امتی نبی ہوں ہر ایک فیض مجھے آپ کے طفیل سے ملاہے

مولوی ابوالحسن علی صاحب ندوی نے لا نبی بعدہ کا ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیاہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مگر ختم نبوت اور لا نبی بعدہ کے متعلق کوئی بحث نہیں کی۔ اور نہ جماعت احمدیہ کے دلائل کا کوئی تسلی بخش جواب دینے کی کوشش کی ہے اور یوں ان دلائل کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے اپنے علماء کو تشنہ ہی چھوڑ دیاہے

آخر میں ہم محترم مولانا ندوی صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ہماری مذکورہ بحث کے متعلق اپنی طرف سے ناقدانہ تبصرہ فرماکر شکریہ کا موقع عطا فرمائیں

خاکسار محمد ابراہیم قادیانی

احباب کے لئے اطلاع

ہم نے گزشتہ اشاعتوں میں مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی کی کتاب "قادیانیت" کی بعض باتوں کا جواب دیا تھا۔ اس کے بعد عدم گنجائش کی وجہ سے یہ سلسلہ تاحال جاری نہ ہو سکا۔ دوست انتظار میں ہیں۔ اس لئے ان کی اطلاع کے لئے اعلان ہے کہ آئندہ انشاء اللہ ہم ان کی باقی باتوں کا بھی جائزہ پیش کریں گے جو نیا رہ گیاہے۔

محمد ابراہیم قادیانی

حصہ آمد کا سالانہ حساب

بہت سے موصی احباب کی خدمت میں ان کا سالانہ حساب اب تک اس لئے نہیں بھجوایا جا سکا کہ ان کی طرف سے فارم اصل آمد مکمل ہو کر واپس دفتر ہذا کو نہیں پہنچے۔ ایسے احباب سے درخواست ہے کہ جلد توجہ فرمائیں

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

مغربی ممالک میں اشاعت و تبلیغِ اسلام کی کامیاب مساعی

بقیہ صفحہ اوّل

یورپین ممالک مثلاً جرمنی میں ان کی تین مساجد ہیں۔ اِس طریق سے یہ مشن اپنی تبلیغ کے راستے ہموار کر رہا ہے۔"

اِسی طرح ایمسٹرڈم کا ایک اور مشہور روز نامہ Het Vrije Volk اپنی ۹ جون ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے:-

"احمدیہ مشن جو ایک اسلامی تحریک ہے چند سالوں سے ہمارے ملک ہالینڈ میں پورے زور سے تبلیغِ اسلام میں سرگرم عمل ہے۔ اور یہی کیفیت بعض دیگر یورپین ممالک میں ہے۔"

ایک اور روزنامہ جو اپنے علاقہ کا لیڈنگ اخبار ہے اپنی ۱۱ر اکتوبر ۱۹۵۸ء کی اشاعت میں وہاں کے لوگوں کو بڑے واضح رنگ میں متنبہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"اِسلام کے بڑھتے ہوئے نفوذ کو اور احمدیہ مشن کی سرگرمیوں کو معمولی خیال نہ کیا جائے۔"

پھر لکھتا ہے:-

"جماعتِ احمدیہ مجھ (؟) کی تعلیم کے لئے بہت روشن مستقبل کے خواب دیکھ رہی ہے۔ اور خاص طور پر یورپ میں۔"

پھر لکھا:-

"جب تک یورپ پھر سے ایک دفعہ پورے طور پر متحد ہو کر مسلمانوں کے اِس محاذ کا مقابلہ نہ کرے اُس وقت تک یہ سیلاب رُکنے والا نہیں۔" (Edische Courant)

قبل ازیں یہ امر عرض کیا جا چکا ہے کہ ہالینڈ کی لائیڈن یونیورسٹی مشرقی علوم کی درسگاہ کے طور پہ ایک عالمی شہرت کی حامل ہے۔ دنیا کے مشہور اور قابل مستشرق پروفیسر کرامرز جنہوں نے حال ہی میں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ایسے قابلِ قدر اور اہم کام میں ایک قابلِ ذکر کردار ادا کیا ہے۔ یہ کتاب آپ ہی کی نگرانی میں شائع ہوئی ہے۔ یہ پروفیسر صاحب اِسی درسگاہ سے تعلق رکھتے تھے۔ لائیڈن کا یہ شہر مذہبی لحاظ سے بھی عیسائیوں کا گڑھ ہے۔ یہاں عیسائیوں کا مشہور مشنری سکول ہے جہاں دُور دُور سے لوگ مذہبی تعلیم کے حصول کے لئے آتے ہیں اور پادری بننے کی ٹریننگ حاصل کرتے ہیں۔ اس مشنری سکول کی ایک اہم کانفرنس ۱۹۶۱ء میں وقوع میں آئی جس میں ہالینڈ کے ایک لیڈنگ مستشرق Dr. Van Leeuwen نے بیان کیا کہ:-

"گذشتہ عرصہ میں عیسائیت صرف مغربی ممالک تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ مسلم ممالک میں بھی پھیلی۔ مگر اب تصویر کا ایک دُوسرا رُخ یہ نظر آ رہا ہے کہ ایک عرصہ سے اسلام بھی احمدیہ تحریک کے ذریعہ عیسائی ممالک میں نفوذ کر رہا ہے بلکہ خود مغربی ممالک میں بھی۔"

پھر اسی مضمون کے تسلسل میں یہی پروفیسر صاحب سکول کے جاری کردہ بُلیٹن کی جون ۱۹۶۱ء کی اِشاعت میں لکھتے ہیں:-

"احمدیہ تحریک کے نام لیوا بڑی جانفشانی سے اِسلام کو دُنیا میں پھیلانے کے لئے کوشاں ہیں۔ خاص طور پر افریقہ میں بلکہ مغربی ممالک میں بھی۔ جس میں ہمارا ملک ہالینڈ بھی شامل ہے۔ اور یہاں انہیں خاصی کامیابی ہُوئی ہے۔"

تبلیغ کی نوعیت

جہاں تک تبلیغ کی نوعیت کا تعلق ہے یہ کام اپنے اندر مختلف پہلو رکھتا ہے۔ اِس غرض کے لئے جہاں غیر مسلموں میں قرآنِ کریم کے تراجم کو اُن کی اپنی زبان میں شائع کرنا اور پھیلانا ضروری ہے۔ وہاں اپنے عقائد۔ فرائض اور دیگر تعلیمات۔ اِسلامی اخلاق۔ رُوحانی ترقیات تصوّف اور حکمت کی باتیں اور اسلامی احکام کی فضیلتیں اور حکمتیں بیان کرنا بھی تبلیغ کا ایک لازمی جُزو ہے اور پھر ہمارے لئے یہ بھی انتہائی ضروری ہے کہ ہم اپنے پیارے پیغمبر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا صحیح تصور ان لوگوں کے سامنے پیش کریں کیونکہ اِن مغربی اقوام کا تصور بانیٔ اسلام کے بارے میں صدیوں کے تعصب اور نفرت کی وجہ سے حقیقتِ حال سے بالکل مختلف ہے اور بہت گِرا ہُوا ہے۔ اِس تعصب کی ایک بیّن وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا تعلق یورپ سے چند ایک مرتبہ ہی قائم ہُوا۔ مگر یہ تعلق جب بھی قائم ہُوا سیاسی نوعیت کا تھا اور جنگ و جدال والا تھا۔ چنانچہ پہلا ٹکراؤ یورپ سے اس وقت ہُوا جب مسلمان سپین میں آئے۔ اور دُوسرا تعلق اس وقت ہُوا جب یورپ نے تُرکوں سے ٹکر لی۔ اس ضمن میں صلیبی جنگوں اور معرکوں کا ایسا لمبا سلسلہ چلا جو آسانی سے بھلایا نہیں جا سکتا یہ سب مواقع ملاپ کے، لڑائیوں والے ہی تھے۔ جس کی وجہ سے یورپ کے عوام مسلمان دشمنی میں بالکل اندھے ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہیں سیاہ و سفید کی تمیز بھی نہ رہی۔ مسلمانوں سے ایک غفلت یہ ہوئی کہ انہوں نے مغرب کو اِسلام سے روشناس کرانے کے لئے اور اُنہیں صحیح معلومات دینے کے لئے کوئی قرار واقعی کوشش نہیں کی۔ اِس کوشش کے فقدان کے نتیجہ میں اُن کے اِسلامی معلومات کا سرچشمہ زیادہ تر خود اُن کے علماء کا اور مستشرقین کا تیار کردہ لٹریچر ہی رہا۔ اس صورتِ حال کا جو نتیجہ نکل سکتا تھا وہ ظاہر ہے۔ اب جماعتِ احمدیہ نے اِس اہم کام کا بیڑہ اٹھایا ہے اور وہ اپنی ہمت اور خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے مطابق پُوری طرح کوشاں ہے کہ وہ اِسلام کے بارے میں اُن کے غلط تصوّرات کو اور اُن کے متعصبانہ خیالات کو دُور کرے۔ اور یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل اور اُس کی ذرہ نوازی ہے کہ جماعت کی اِن مساعی کے خاطر خواہ اور اُمید افزا نتائج بر آمد ہو رہے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

(باقی)

بھارت کا بائیسواں (۲۲) یومِ آزادی

بقیہ اداریہ صفحہ نمبر ۲

یہ اساتذہ کا کام ہے کہ احساسِ ذمہ داری کے خیال سے وہ روزانہ تعلیم دیں اور یہ سمجھیں کہ وہ قوم کے معمار ہیں۔ اُن کے ہاتھوں مُلک کی وہ عمارت تیار ہوگی جس کی ایک ایک اینٹ وہ نوجوان ہے جو اُن کے پاس شاگرد کے طور پر تعلیم حاصل کرنے آتا ہے۔ خبردار!! یہ اینٹ ملکی دیوار میں سیدھی نصب ہو اور جس جگہ نصب ہو وہ عمارت کے لئے ظاہری اور باطنی پختگی کا باعث ہو۔

● اس موقعہ پر ہم ملک کے اربابِ حل و عقد سے بھی خواہش کریں گے کہ وہ مُعلِّم کے بلند مقام کو پہچانیں۔ اُس معمار کو عزّت کی زندگی بسر کرنے کے لئے اس قدر سہولیات دیں کہ وہ پُوری یکسوئی کے ساتھ بچّوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ کرے۔ بے شک بعض ریاستوں میں معلّمین کے گذاروں کی پوزیشن بہتر ہے۔ مگر دُوسری ریاستوں میں بھی اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

● آخر میں ہم ملک میں روز افزوں گرانی اور اشیاءِ صرف کی قیمتوں میں اضافہ کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اس ہوشرُبا مہنگائی سے غریب طبقہ بہت بُری طرح پِس رہا ہے۔ اگر یومِ آزادی کے موقعہ پر اس گرانی کا بھی کچھ مداوا سوچ لیا جائے اور اپنے غریب ہم وطنوں کو چند روز مزید آزادی کی فضا میں زندہ رہنے کے مواقع بہم پہنچائے جائیں تو آزادی کا یہ دِن اُن کے لئے بھی بہت سی برکات کا موجب بن جائے گا!!

شکرانہ اور درخواستِ دُعا

مکرم سعید احمد صاحب ڈار جنرل سیکرٹری صوبائی و مقامی انجمن احمدیہ آسنور (کشمیر) نے مبلغ -/۲۰ روپے شکرانہ فنڈ میں ادا کرتے ہوئے یہ درخواست کی ہے کہ مورخہ ۴ر اگست ۱۹۶۹ء کو مکرم مولوی عبدالحق صاحب فضل نے موصوف کے نئے تعمیر ہونے والے مکان کا سنگِ بنیاد رکھا۔ احباب دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اس تعمیر کو ہر جہت سے مبارک کرے آمین۔

(ایڈیٹر)

اِظہارِ تشکّر اور درخواستِ دُعا

مکرم عطاء الرحمٰن صاحب درد جو کافی عرصہ سے کسی نامعلوم وجہ سے روپوش ہو گئے تھے کا بمبئی سے محترم حضرت امیر صاحب مقامی قادیان کے نام ایک خط موصول ہُوا ہے جس میں موصوف نے تمام اُن احباب کا شکریہ ادا کیا ہے جو اُن کی تلاش میں تھے یا جنہوں نے انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھا۔ نیز دُعا کی درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد از جلد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث اور دیگر بزرگانِ سلسلہ سے ملنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(ایڈیٹر)

بدر آپ کی قومی آواز ہے اس کو زیادہ سے زیادہ پھیلائیے! (مینیجر)

فضلِ عُمر فاؤنڈیشن فنڈ کی ادائیگی میں توسیع

اور

عہدیدارانِ جماعت کی ذمہ داریاں

فضلِ عُمر فاؤنڈیشن فنڈ میں ادائیگی کی آخری تاریخ ۳۰ر احسان ۱۳۴۸ ہش مطابق ۳۰ر جون ۱۹۶۹ء مقرر تھی۔ بعض احباب اپنی مجبوریوں کی وجہ سے حسبِ وعدہ مدّت کے اندر اندر ادائیگی نہیں کر سکے۔ مگر دُوسری طرف اپنے پیارے آقا حضرت مُصلح موعُود رضی اللہ عنہُ سے بے پناہ محبّت کی وجہ سے ہر دوست کے دِل میں تڑپ تھی کہ وہ اس مقدس تحریک میں حصہ لینے سے پیچھے نہ رہ سکے۔ چنانچہ نظارت بیت المال آمد کی طرف سے ایسے احبابِ جماعت کے مخلصانہ جذبات کے پیشِ نظر سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہُ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں مزید توسیع کے لئے معاملہ پیش کیا۔ حضور ایدہُ اللہ تعالےٰ نے از راہِ ترحم بھارت کی جماعتوں کے لئے اِس فنڈ میں ادائیگی کی میعاد ۳۱ر اخاء ۱۳۴۸ ہش، بمطابق ۳۱ر اکتوبر ۱۹۶۹ء تک عطا فرمائی ہے۔ اُمید ہے دوست اِس آخری نادر موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اِس مقدس تحریک میں ادائیگی کے لئے خاص توجہ دیں گے۔

ناظرِ بیتُ المال آمد قادیان

تصحیح

بدر کی گذشتہ اشاعت میں جماعتِ احمدیہ جمشید پُور کی طرف سے یوم التبلیغ کی رپورٹ شائع ہوئی تھی اس میں عبدالمجید صاحب کی بجائے عبدالحمید صاحب کا نام سیکرٹری تبلیغ کے طور پر شائع ہوا ہے اسی طرح مکرم سید محمد سلیمان صاحب امیر جماعتِ احمدیہ جمشید پور جو اس وفد کے امیر تھے کا نام رہ شائع ہونے سے رہ گیا ہے احباب اس کی تصحیح فرمالیں —— (ایڈیٹر)

منظوری انتخاب عُہدیداران

جماعت احمدیہ کیرنگ گھڑ (ضلع دارجلنگ بنگال)

صدر .... مکرم محمد مفیض الدین صاحب۔
سیکرٹری مال و تعلیم و تربیت ... مکرم محمد فضل الکریم صاحب
سیکرٹری تبلیغ ...... مکرم محمد بدیع الدین صاحب

ناظرِ اعلےٰ قادیان

درخواستِ دُعا

مکرم محمدٌ یامین صاحب ندیم جو پہلے نیروبی مشرقی افریقہ میں ملازم تھے اور وہاں اپنے قیام کے دوران میں درویشانِ قادیان کے لئے اِس رنگ میں تعاون فرماتے رہے ہیں کہ اُن کے لئے بے اختیار دعا نکلتی ہے۔ اب یہ لنڈن تشریف لے گئے ہیں۔ وہاں انہوں نے اپنا کاروبار شروع کیا ہے۔ یہ اپنے کاروبار میں ترقی کے لئے درویشانِ قادیان و بزرگانِ سلسلہ سے خاص دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

خاکسار۔ مبارک علی ناظر بیت المال آمد قادیان

مجلس خدامُ الاحمدیہ کلکتہ کا ماہانہ تربیتی اجلاس

بتاریخ ۵ ار احسان زیرِ صدارت مولانا شریف احمد صاحب امینی مسجد احمدیہ میں مجلس خدام الاحمدیہ کا ماہانہ تربیتی اجلاس منعقد ہوا۔ مکرم نصیر احمد صاحب بانی کی تلاوت قرآن مجید کے بعد عہد دہرایا گیا۔ بعدہٗ عزیزم رفیق احمد صاحب امینی نے ایک نظم پڑھی۔ ازاں بعد مکرم منیر احمد صاحب بانی۔ مکرم سید ظفر احمد صاحب بی۔کام۔ مکرم حافظ محمد بلال صاحب اور خاکسار قائد مجلس خدام الاحمدیہ نے مختلف تعلیمی و تربیتی امور پر روشنی ڈالی۔ آخر میں صدرِ جلسہ نے مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کی غرض اور احمدی نوجوانوں کی اہم ذمہ داریاں بیان کرتے ہوئے خدام کو خطاب کیا۔ بعد دُعا یہ مجلس بخیر و خوبی برخواست ہوئی۔ خاکسار

فیروز انور قائد مجلس خدام الاحمدیہ، کلکتہ۔

ضرورتِ محرّر

دفترِ ہذا کے لئے ایک خالی آسامی کو پُر کرنے کے لئے میٹرک پاس تجربہ کار، ہوشیار کلرک کی ضرورت ہے جو اُردو انگریزی لکھ پڑھ سکتا ہو اور حساب وکتاب کا اچھا علم رکھتا ہو۔ مرکز میں رہائش کی خواہش رکھنے والے احمدی کے لئے نادر موقعہ ہے۔ سلسلہ کی خدمت کا شوق رکھنے والے احباب اپنی خود نوشت درخواستیں مع نقول سرٹیفکیٹ تعلیمی اور امیر صاحب مقامی یا صدرِ جماعت کی تصدیق کے ساتھ کہ ان کا چال چلن اور دینداری کی حالت معیاری ہے اور جسمانی صحت اچھی ہے بھجوائیں۔ اس اسامی پر کام کرنے والے کو ابتداء میں مبلغ ۷۵/- روپے ماہانہ بالمقطعہ تنخواہ دی جائے گی اور سروس کمیشن کا امتحان پاس کر لینے کے بعد ۹۰-۴-۱۳۰-۵-۱۶۰-۶-۲۲۰ کا گریڈ دیا جائے گا۔ حقوقِ پنشن و پراویڈنٹ فنڈ ان کو حاصل ہوں گے۔

وکیلُ المال تحریکِ جدید قادیان

ترسیلِ زر اور دیگر انتظامی امور کے متعلق
مینجر بدر سے خط و کتابت فرمائیں۔ البتہ
مضامین کے لئے ایڈیٹر سے رابطہ پیدا کیجئے !!
(اسسٹنٹ ایڈیٹر)

یہ مت خیال فرمائیے

کہ آپ کو اپنی کار یا ٹرک کے لئے اپنے شہر سے کوئی پرزہ نہیں مل سکتا۔ اور یہ پُرزہ نایاب ہو چکا ہے۔ آپ فوری طور پر ہمیں لکھئے یا فون یا ٹیلیگرام کے ذریعہ رابطہ پیدا کیجئے۔ کار اور ٹرک پٹرول سے چلنے والے ہوں یا ڈیزل سے، ہمارے ہاں ہر قسم کے پُرزہ جات دستیاب ہو سکتے ہیں۔

آٹو ٹریڈرز ۱۶ مینگو لین کلکتہ ۱

AUTO TRADERS 16 MANGOE LANE CALCUTTA-1

تار کا پتہ "AUTOCENTRE" فون نمبرز 23-1652 / 23 5222

سپیشل گم بوٹ

جن کے آپ عرصہ سے متلاشی ہیں!

مختلف اقسام، دفاع۔ پولیس۔ ریلوے۔ فائر سروسز۔ ہیوی انجینئرنگ۔ کیمیکل انڈسٹریز۔ مائنز۔ ڈیریز۔ ویلڈنگ شاپس اور عام ضرورت کے لئے دستیاب ہو سکتی ہیں !!

گلوب ربڑ انڈسٹریز

★ آفس و فیکٹری
۱۰۔ پربھو رام سرکار لین کلکتہ ۱۵
فون نمبر 24 — 3272

تار کا پتہ: گلوب ایکسپورٹ

★ شو رُوم
۳۱/۱۰ لور چیت پور روڈ کلکتہ ۱
فون نمبر 34-0401